الرسالہ

سرپرست
مولانا وحید الدین خاں

لوگ زندگی کے اندیشوں میں جیتے ہیں، حالانکہ
انھیں موت کے اندیشوں میں جینا چاہئے

قیمت فی پرچہ ——— تین روپے

اسلامی مرکز کا ترجمان

الرسالہ

جون ۱۹۸۲
شمارہ ٦٧

جمعیۃ بلڈنگ قاسم جان اسٹریٹ دھلی ۱۱۰۰۰٦ (انڈیا)

نئی مطبوعات اسلامی مرکز

تذکیر القرآن جلد اول (سورہ فاتحہ تا سورہ توبہ) قیمت مجلد	۴۵ روپے
محمد دی آئیڈیل کیرکٹر Muhammad The Ideal Character	۳ "
اتحاد ملت	۳ "
راہیں بند نہیں	۳ "
سبق آموز واقعات	۳ "
دین کی سیاسی تعبیر (زیادہ تعداد منگانے پر خصوصی کمیشن)	۲ "
تعارفی سٹ : سچا راستہ	ایک "
دینی تعلیم	۳ "
حیات طیبہ (زیر طبع)	۳ "
باغ جنت	۳ "
نار جہنم	۳ "

——— مکتبہ الرسالہ

منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ تحریر فرمائیں۔ ہر خط و کتابت کے ساتھ خریداری نمبر یا ایجنسی نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مختصر روداد اجتماع بھوپال

حلقۃ الرسالہ کا پہلا کل ہند اجتماع ۱۷، ۱۸ اپریل کو بھوپال (صوفیہ مسجد) میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز ۱۷ اپریل صبح ۱۰ بجے جناب مولانا پیر سعید میاں صاحب مجددی کی تقریر سے ہوا۔ اس سے پہلے جناب قاری عبد الحافظ صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور مولوی صدیق صاحب قاسمی نے جناب پیر سعید میاں صاحب کی ایک عربی نعت سنائی، جناب پیر سعید میاں صاحب کی تقریر کے بعد جناب مولانا محسن عثمانی صاحب ندوی نے حضرت مولانا وحید الدین خاں صاحب کا ایک مقالہ (احیاء اسلام) پڑھ کر سنایا۔ یہ نشست تقریباً ایک بجے ختم ہوئی۔

دوپہر سے تین بجے تک نماز ظہر طعام اور استراحت کے لئے وقفہ رہا۔ تین بجے کے بعد دوسری نشست شروع ہوئی، پہلے مولانا محسن عثمانی ندوی نے حضرت مولانا وحید الدین خاں صاحب کا دوسرا مقالہ (اصحاب رسول) پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد اظہار خیال کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے ہوئے اصحاب نے اظہار خیال فرمایا۔ یہ پروگرام عشاء کی نماز کے بعد تک جاری رہا۔ جناب عبداللہ مصطفیٰ صاحب (امریکہ) جناب جان محمد صاحب (انگلینڈ) جناب احمد بختیار الدین صاحب (مقیم سعودی عرب) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (حیدرآباد) مولانا ہاشم القاسمی صاحب (حیدرآباد) مولانا محسن عثمانی ندوی (دہلی) مولانا عبید اللہ کوٹی ندوی (فتح پور) جناب محمد اسلم جمالی (پھلواری شریف) جناب تجمل حسین صاحب (پٹنہ) ڈاکٹر نوشاد علی ندوی (لکھنؤ) معراج مبین ایم اے (کشمیر) جناب عثمان سعید (ناندیڑ) جناب کشن جیونت راؤ پٹیل (مہاراشٹر) سمیت ۲۱ اصحاب نے اظہار خیال کے پروگرام میں حصہ لیا۔ دوسرے دن بعد نماز فجر مولانا عبید اللہ صاحب کوٹی ندوی نے درس حدیث دیا۔ پھر ناشتہ کے لئے وقفہ کے بعد دس بجے صبح سے پروگرام کا آغاز ہوا ابتدا میں قاری محمد صدیق صاحب قاسمی نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا وحید الدین خاں صاحب نے خطاب فرمایا۔ جو کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ تک جاری رہا۔ (یہ خطاب مکمل رپورٹ کے ساتھ آئندہ الرسالہ میں ملاحظہ فرمائیں) یہ نشست بارہ بجے ختم ہوئی۔

درمیانی وقفہ کے بعد اس دن کی تیسری اور آخری نشست دوپہر تین بجے سے شروع ہوئی۔ جس میں پہلے مولانا حمید اللہ ندوی نے وہ تجاویز پڑھ کر سنائیں جو اس اجتماع کے لئے اظہار خیال کے پروگرام کی روشنی میں ایک کمیٹی نے مرتب کی تھیں۔ اس کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب ندوی نے کتاب الاسلام کا باب "اسلامی مرکز" پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا وحید الدین خاں صاحب نے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد جناب پیر سعید میاں صاحب نے تقریر فرمائی۔ موصوف ہی کی دعا پر اس آخری نشست کا اختتام ہوا — عصر کی نماز کے بعد محفل چائے کے دوران حضرت مولانا وحید الدین خاں صاحب سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا جو کہ غیر متوقع طور پہ ایک

علمی و دینی نشست کی شکل اختیار کر گیا۔ بعد نماز مغرب طعام سے فارغ ہوکر بیرونی مہمانوں کی واپسی شروع ہوئی جس کا سلسلہ ۹ا رتاریخ کی شام تک چلتا رہا۔

اجتماع میں یوپی، بہار، دہلی، کشمیر، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر اور حیدرآباد کے ممتاز اصحاب نے شرکت کی۔

پاس شدہ تجاویز

۱۔ حلقۂ الرسالہ کے فکر کو تنظیمی ڈھانچہ دینے کے لئے مرکز اسلامی کا نام تجویز کیا گیا۔

۲۔ حلقۂ الرسالہ کے داعی، مفکر اور مربی ہونے کی حیثیت سے مولانا وحیدالدین خاں صاحب اسلامی مرکز کے سرپرست و صدر ہوں گے۔

۳۔ مرکز اسلامی کی ایک مرکزی کمیٹی ہوگی اور اس کے ماتحت ریاستی کمیٹیاں ہوں گی۔

۴۔ حلقۂ الرسالہ کے کارکنوں سے مشورہ کے بعد مرکز ریاست کے لئے کنوینر مقرر کرے گا اور وہ اپنی ریاستی کمیٹی تشکیل دے گا۔ یہ ریاستی کمیٹی مرکز کے مشورہ سے ریاست میں کام کا طریق کار متعین کرے گی۔

۵۔ ناظم عمومی کے لئے مولانا حمید اللہ ندوی کو مقرر کیا گیا۔

۶۔ صرف صدر کا عہدہ قابل انتخاب ہوگا باقی ذمہ داروں کو صدر نامزد کرے گا۔

۷۔ اسلامی مرکز کے مقاصد و طریق کار کے سلسلے میں ایک کتابچہ شائع کیا جائیگا جس کی ترتیب کا کام مولانا عبیداللہ صاحب ندوی کے سپرد کیا گیا۔

۸۔ ناظم عمومی سرپرست کے مشورہ سے مرکزی کمیٹی تشکیل کریں گے۔

۹۔ اسلامی مرکز کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مرکزی و ریاستی کمیٹیاں فنڈ کی فراہمی کی مختلف شکلیں اختیار کریں گی۔

۱۰۔ مرکزی و ریاستی کمیٹیاں اس بات کی کوشش کریں گی کہ ملک کے کسی شہر میں ایک مرکزی عمارت ہو اور اسی طرح علاقائی سطح پر عمارتیں ہوں۔

۱۱۔ مرکزی کمیٹی کی طرف سے ریاستی کمیٹیوں کو کام کے سلسلے میں ہدایات و مشورے دئے جاتے رہیں گے۔

۱۲۔ تقریباً ایک سال بعد مرکز اسلامی کا نمائندہ اجتماع کسی مناسب مقام پر منعقد کیا جائے گا۔ جگہ اور تاریخ کا تعین مرکزی کمیٹی کرے گی۔

۱۳۔ اسلامی مرکز کے مشن کو عربی زبان میں پیش کرنے کے لئے "رسالۃ الاسلام" نامی ایک مجلہ کا اجرا عمل میں لایا جائے گا۔ اس عربی مجلہ کی ادارت اور ترتیب کی ذمہ داری مولانا محمد ہاشم القاسمی (حیدرآباد) کے سپرد کی گئی۔

اسلامی مرکز

کے لئے

تعاون کی اپیل

اسلامی مرکز کا مقصد جدید تقاضوں کے مطابق اسلام کی اشاعت اور ملتِ اسلامیہ کی تعمیر ہے۔ اسلامی مرکز کے ساتھ تعاون کرنا اللہ کے راستے میں تعاون کرنا ہے۔

اسلامی مرکز پچھلے دس سال سے خاموش خدمت میں مصروف ہے۔ مگر یہ کام زیادہ تر انفرادی قربانی کے بل پر ہو رہا ہے۔ ابھی تک اس کے پاس اپنی کوئی عمارت نہیں۔ اس کے متعدد اہم شعبے وسائل کی کمی کی وجہ سے شروع نہ کئے جا سکے۔ وغیرہ

الرسالہ اور دوسرے کام جو جاری ہیں وہ تمام تر خسارے پر چلائے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں اسلامی مرکز اپنے ہمدردوں کے تعاون کا شدید طور پر منتظر ہے۔ یاد رکھئے اسلامی مرکز کی اعانت وقت کی سب سے اہم دینی مد میں اعانت ہے۔

اس سلسلہ میں عمومی اعانت کے علاوہ زکوٰۃ وغیرہ کی رقمیں بھی بھیجی جا سکتی ہیں۔ رقم بھیجتے ہوئے اس کی مد کی ضرور صراحت فرمائیں۔

وحید الدین خاں

صدر اسلامی مرکز

دفتر الرسالہ منتقل۔ جمعیۃ بلڈنگ

قاسم جان اسٹریٹ ۔ دہلی ۶

دونوں طرف ساحل

ایک شخص کشتی پر سوار ہوکر سمندری سفر کے لیے روانہ ہو رہا تھا۔ اس کے مغربی دوست نے اس کو رخصت کرتے ہوئے کہا کہ آج تم ایک صاف سمندر میں اپنا سفر شروع کر رہے ہو۔ مگر کبھی موسم تمھارے لئے اچھا رہے گا اور کبھی خراب۔ تمھارے راستہ میں طوفان آئیں گے اور تمھیں اس کا مقابلہ کرکے آگے بڑھنا ہوگا۔ تم کبھی بے ہمت نہ ہونا۔ محفوظ ساحل تمھارے دونوں طرف تمھارا انتظار کر رہا ہے:

Safe harbour awaits you both in the end

ان چند لفظوں میں زندگی کی بہت گہری حقیقت بیان کر دی گئی ہے۔ آدمی ایک مقصد کی طرف بڑھتا ہے۔ مقصد کو حاصل کرنے میں اسے ناکامی ہوتی ہے۔ وہ ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے۔ ایک ناکامی کو وہ ساری ناکامی سمجھ لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اب میں ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے سابقہ مقام کی طرف لوٹ آئے تب بھی وہ ناکام نہیں۔ یہ اس کی ایک کامیاب حیثیت ہی تھی جس نے سے یہ موقع دیا کہ وہ کشتی پائے اور اس پر سوار ہوکر اس کو چلاتا ہوا آگے بڑھے۔ پھر اگر وہ اپنی اس سابقہ کامیاب حیثیت کی طرف لوٹے اور اس کو دوبارہ پالے تو اس میں ناکامی کا کیا سوال۔

دریا کے دونوں طرف ساحل ہوتے ہیں۔ اگر آدمی آگے نہ بڑھ سکے تو پیچھے لوٹ کر بھی وہ ایک ساحل کو پالے گا۔ یہی معاملہ زندگی کے سفر کا بھی ہے۔ یہاں بھی سفر کے دونوں طرف ساحل ہیں، ایک مقام وہ ہے جدھر آپ بڑھنا چاہتے ہیں۔ دوسرا مقام وہ ہے جس کو چھوڑ کر آپ آگے بڑھے تھے۔ اگر آپ اگلے مقام تک نہ پہنچ سکیں تو پیچھے لوٹ آیئے۔ کیونکہ یہاں بھی ایک مقام آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی ہر وقت دو امکانات کے درمیان ہوتا ہے۔ مگر اکثر لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ ایک امکان کو کھو کر وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ دوسرا امکان بھی ان سے کھویا جا چکا ہے۔

کسی کا قول ہے "جو سورج کل صبح کو نکلا تھا وہی آنے والے دن کو دوبارہ چمکنے والا ہے"۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ گزرے ہوئے وقت کا ماتم کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ آنے والے وقت کا استعمال کیا جائے مگر بہت کم لوگ ہیں جو اس حکمت کا لحاظ کرتے ہوں۔

ایک طالب علم دسواں پاس کر چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے گیارھویں درجہ کا امتحان دیا۔ وہ اس امتحان میں فیل ہوگیا۔ اس کے بعد اس پر اتنی مایوسی چھائی کہ اس نے خودکشی کر لی۔ اس کو یاد نہ رہا کہ اگر وہ علم کی گیارھویں سیڑھی تک پہنچنے میں ناکام رہا ہے تو اس سے کیا ہوا۔ دسویں سیڑھی پر تو اب بھی اس کے پاؤں جمے ہوئے ہیں۔ اگر وہ

پیچھے لوٹ آتا تو وہ " دسویں پاس " کی حیثیت سے بھی دنیا میں اپنی جگہ بنا سکتا تھا۔ یا دوبارہ محنت کرکے گیارھویں درجہ کے امتحان میں کامیابی حاصل کرسکتا تھا۔ مگر اس کی مایوسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ صرف اگلا کنارہ یاد رکھ سکا۔ اس کے پیچھے بھی ایک کنارہ تھا مگر وہ اس کو بھول گیا۔ اگر وہ کچھ اور نہ کرتا، صرف اپنے پیچھے کی طرف لوٹ آتا تو وہ دیکھتا کہ ایک محفوظ ساحل اس کا انتظار کر رہا ہے۔ مگر اس نے صرف اپنے آگے دیکھا، وہ اپنے پیچھے نہ دیکھ سکا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے زندگی کے عین کنارے کھڑے ہو کر اپنے کو زندگی سے محروم کر لیا۔

ناکامی کے واقعات ہر آدمی کی زندگی میں پیش آتے ہیں اور یہ بالکل فطری بات ہے کہ آدمی جب ناکام ہو تو اس کے دل کو جھٹکا لگے۔ اپنی غلطیوں کا احساس کرکے اس کو سخت شرمندگی لاحق ہو۔ ناکامی کا یہ احساس اس وقت بہت مبارک ہے جب کہ وہ نئی، زیادہ صحیح جدوجہد کے لئے آدمی کو اکسائے۔ لیکن ناکامی کا احساس اگر صرف افسوس کرنے اور اپنے کو گھلانے کے ہم معنی بن جائے تو یہ ایک ناکامی کے بعد اپنے کو دوسری اور زیادہ بری ناکامی کے حوالے کرنا ہے۔ یاد رکھئے جو ناکام نہ ہو وہ ابھی زندگی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور جو ناکامی سے صرف کڑھنے کر رہتا اس نے زندگی کو پاکر دوبارہ زندگی کو کھو دیا۔ پامر کا یہ قول نہایت درست ہے کہ ——— " اصلاح کی تدبیر کئے بغیر نادم ہونا ایسا ہی ہے جیسے سوراخ بند کئے بغیر جہاز میں سے پانی نکالنا "

وقت کی اہمیت

ایک شخص فوج میں معمولی سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوا۔ اس کے بعد ترقی کرتے کرتے بڑا فوجی افسر بن گیا۔ اس فوجی افسر نے ایک بار اپنی زندگی کا تجربہ بتاتے ہوئے کہا " فوج میں میری غیر معمولی ترقی کا سبب صرف میری یہ خصوصیت تھی کہ مجھ کو اگر دس بجے ڈیوٹی پر جانا ہوتا تو میں نو بجے تیار رہتا تھا۔"

بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات ہے مگر یہ بہت اہم بات ہے۔ یہ تمام ترقیوں کا راز ہے۔ زندگی کے معاملات میں وقت کی بے حد اہمیت ہے۔ جو شخص وقت کا جتنا زیادہ پابند ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ ترقی کے منازل طے کرے گا۔ اکثر ناکامیوں اور مصیبتوں سے بچنے کا واحد راز یہ ہے کہ وقت کو نہ کھویا جائے۔ کسی نے بالکل سچ کہا ہے " وقت سے پہلے اسٹیشن پہنچنے کی کوشش کرو، تمھاری گاڑی کبھی نہیں چھوٹے گی "

آپ کو ایک ٹرین پکڑنی ہے جو دس بج کر ۳۰ منٹ پر چھوٹتی ہے۔ آپ کے گھر سے اسٹیشن تک کا راستہ ۳۰ منٹ کا ہے۔ اب اگر آپ یہ سوچیں کہ وقت سے پہلے جانے کی کیا ضرورت۔ اور گھر سے صرف پانچ منٹ پہلے روانہ ہوں تو عین ممکن ہے کہ راستہ میں کوئی غیر متوقع واقعہ پیش آجائے جو آپ کے سفر کو ۳۰ منٹ کے بجائے ۴۰ منٹ یا ۵۰ منٹ کا بنا دے اور نتیجہ یہ ہو کہ آپ کی گاڑی چھوٹ جائے۔ آپ

اسٹیشن اس حال میں پہنچیں کہ وہاں آپ کو یہ سننے کے لئے ملے کہ آپ کی گاڑی آپ کے آنے کے صرف چند منٹ پہلے روانہ ہوگئی۔ جو شخص وقت سے پہلے اسٹیشن پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اس کی ٹرین کبھی نہیں چھوٹتی۔ مگر جو آدمی عین وقت پر اسٹیشن پہنچنا چاہے گا عین ممکن ہے کہ اسٹیشن پہنچ کر اس کو یہ خبر سننی پڑے کہ ٹرین روانہ ہوگئی۔

وقت کی پابندی حقیقۃً تیزروی کا نام ہے نہ کہ سادہ معنوں میں صرف پابندی کا۔ وقت پر کارکردگی کا ثبوت صرف وہ شخص دے پاتا ہے جو وقت کے بارے میں مبالغہ آمیز حد تک حسّاس ہو۔ جو شخص وقت سے آگے چلنے کی کوشش کرے وہی وقت کے ساتھ چل پائے گا۔ جو شخص وقت سے آگے بڑھنے کا مزاج رکھتا ہو وہی وقت کو پکڑنے میں کامیاب ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص وقت سے پہلے تیار ہونے کی کوشش کرے وہی وقت پر تیار ہوکر اپنے کام پر پہنچتا ہے۔ اس کے برعکس جو آدمی عین وقت پر اپنی تیاری شروع کرے وہ ہمیشہ وقت سے پیچھے رہے گا۔ ایسا آدمی کبھی ٹھیک وقت پر اپنے کام پر نہیں پہنچ سکتا۔

آدمی اس دنیا میں اکیلا نہیں ہے۔ اور نہ کسی آدمی کو موجودہ دنیا میں سارا اختیار حاصل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی کے راستہ میں دوسروں کی طرف سے بار بار مختلف قسم کی رکاوٹیں پیش آتی رہتی ہیں۔ بار بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اندازہ کچھ کرتا ہے اور ہو کچھ جاتا ہے۔ اس بنا پر وقت کے مطابق کام کرنے کی صورت صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ ہر کام کے لئے وقت سے کچھ پہلے تیاری شروع کر دی جائے۔ جب آپ کوئی پروگرام بنائیں تو اس اتفاقی رکاوٹ کا لحاظ کرکے اپنا پروگرام بنائیں جو غیر متوقع طور پر پیش آکر آپ کے منصوبہ کو بگاڑ دینے والی ہے۔ اگر آپ اپنے پروگراموں میں اس حکمت کو ملحوظ رکھیں تو یقینی طور پر آپ غیر ضروری قسم کی غلط اندازیوں سے بچ سکتے ہیں۔ اور پھر آپ کے اوپر سیموئل ٹیلر کے یہ الفاظ صادق نہ آئیں گے کہ "مشکل ایسا عذر ہے جس کو تاریخ کبھی قبول نہیں کرتی"

آپ کو ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو ایک ضروری کام نہ کرسکیں گے اور اس کے بعد کہیں گے کہ کیا کریں وقت نہیں ملا۔ یہ وقت نہ ملنے کا واقعہ صرف اس لئے پیش آیا کہ انھوں نے اپنے وقت کو برباد کیا۔ وقت کی کمی ہمیشہ وقت کی بربادی کی قیمت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر بروئر نے بالکل صحیح کہا ہے کہ "جو لوگ وقت کا سب سے زیادہ غلط استعمال کرتے ہیں وہی سب سے زیادہ وقت کی کمی کی شکایت کرتے ہیں۔"

نوٹ: یہ تقریر ۱۱-۱۲ مارچ ۱۹۸۲ کو آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی سے نشر کی گئی

باغ جنت

مولانا وحید الدین خاں

مکتبہ الرسالہ جمعیۃ بلڈنگ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶

جنت سب سے بڑا عطیہ

زمین و آسمان کی تمام چیزیں خدا کو سجدہ کر رہی ہیں۔ مگر ایک انسان جب سجدہ کرتے ہوئے اپنا سر زمین پر رکھتا ہے تو یہ تمام عالم کائنات کا سب سے زیادہ عجیب واقعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسری چیزیں مجبورانہ سجدہ کر رہی ہیں، جب کہ انسان شعور اور ارادہ کے تحت اپنا سر خدا کے آگے جھکا دیتا ہے

انسان کے ذریعہ اس کائنات میں اختیاری محکومی کا واقعہ وجود میں آتا ہے جس سے بڑا کوئی دوسرا واقعہ نہیں۔ یہی انسان کی اصل قیمت ہے۔ انسان وہ نادر مخلوق ہے جو اس کائنات میں شعورِ قدرت کے مقابلہ میں شعورِ عجز کی دوسری انتہا بناتا ہے۔ وہ کائنات کے صفحہ پر "ہے" کے مقابلہ میں "نہیں" کا مضمون تحریر کرتا ہے۔ وہ خداوندی انا کے مقابلہ میں اپنے بے انا ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ ہر قسم کا اختیار رکھتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کے آگے بے اختیار کر لیتا ہے۔ وہ زبان رکھتے ہوئے خدا کی خاطر اس طرح چپ ہو جاتا ہے جیسے اس کے منھ میں زبان ہی نہیں۔

ایک شخص کا موحد بننا اس آسمان کے نیچے ظاہر ہونے والے تمام واقعات میں سب سے بڑا واقعہ ہے جس کا انعام کوئی سب سے بڑی چیز ہی ہو سکتی ہے۔ اسی سب سے بڑی چیز کا نام جنت ہے۔ جنت کسی کے عمل کی قیمت نہیں، جنت کسی بندے کے لئے خدا کی یہ بخشش ہے کہ اس کے بندے نے اپنے رب کو وہ چیز پیش کر دی جو کائنات میں کسی اور نے پیش نہ کی تھی، اس لئے خدا نے بھی اس کو وہ چیز دے دی جو اس نے کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیا تھا۔

جنتی نگاہ

خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اتنا حیرت ناک ہے کہ اس کو دیکھ کر آدمی خالق کی کاریگری میں کھو جائے۔ تخلیق کے کمالات میں ہر طرف خالق کا چہرہ جھلک رہا ہے۔ مگر ہمارے چاروں طرف جو دنیا ہے اس کو ہم بچپن سے دیکھتے دیکھتے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس سے ہم اتنا مانوس ہو جاتے ہیں کہ اس کے انوکھے پن کا ہم کو احساس نہیں ہوتا۔ پانی، درخت، چڑیا، غرض جو کچھ بھی ہماری دنیا میں ہے سب کا سب بے حد عجیب ہے، ہر چیز خالق کا آئینہ ہے۔ مگر عادی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے عجوبہ پن کو محسوس نہیں کر پاتے۔

مگر یہی انسان کا امتحان ہے۔ اس کو معمولی چیزوں میں غیر معمولی جھلک دیکھنا ہے۔ اگر آدمی اس دنیا کو استعجاب کی نظر سے دیکھ سکے تو ہر جگہ اس کو خدا کی موجودگی کا تجربہ ہوگا۔ وہ زمین پر اس طرح رہے گا جیسے کہ وہ خدا کے پڑوس میں ہو، جیسے کہ وہ خدا کی نظروں کے سامنے ہو۔

موجودہ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی یافت یہ ہے کہ وہ خدا کو دیکھنے لگے، وہ اپنے پاس خدا کی موجودگی کو محسوس کرلے۔ اگر آدمی کے اندر جنتی نظر پیدا ہو جائے تو سورج کی کرنوں میں اس کو خدا کا نور جگمگاتا ہوا دکھائی دے گا۔ ہرے بھرے درختوں کے حسین منظر میں وہ خدا کا روپ جھلکتا ہوا پائے گا۔ ہواؤں کے لطیف جھونکے میں اس کو لمس ربانی کا تجربہ ہوگا۔ اپنی ہتھیلی اور پیشانی کو زمین پر رکھتے ہوئے اس کو ایسا محسوس ہوگا گویا اس نے اپنا وجود اپنے رب کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے مگر اس کو وہی خوش قسمت آدمی دیکھتا ہے جس کے اندر خدا کو دیکھنے والی جنتی نگاہ پیدا ہو جائے۔

عبادت کرنے والے

ایک شخص کو کسی سے محبت ہو تو محبت کرنے والے ہی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا کہ اس کی یاد سے اس کا دل بھر آئے۔ اس کے برعکس جس کو اس آدمی سے کوئی لگاؤ نہ ہو وہ صرف وقتی تدبیر سے اس کی خاطر رونے والا نہیں بن سکتا۔

ایک شخص لوگوں کے درمیان تواضع کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور دوسرا شخص ڈھٹائی کا۔ ایک شخص معاملات میں انصاف کرتا ہے اور دوسرا بے انصافی سے پیش آتا ہے۔ ایک عاجزانہ نفسیات کے ساتھ جی رہا ہے اور دوسرا متکبرانہ نفسیات کے ساتھ۔ ایک شخص اعتراف کو اپنا طریقہ بنائے ہوئے ہے اور دوسرا ہٹ دھرمی کو۔ تو ایسی حالت میں یہ ناممکن ہے کہ دونوں کی عبادت یکساں ہو۔ ان میں صرف پہلا شخص ہے جس کی عبادت خشوع کی عبادت بنے گی۔ دوسرا شخص خواہ کتنا ہی چاہے یہ ناممکن ہے کہ وقتی طور پر عبادتی صورت بنا کر وہ اپنی عبادت کو خشوع کی عبادت بنائے۔ خشوع کی عبادت دراصل خاشعانہ زندگی کا ایک نتیجہ ہے۔ جو شخص اپنی زندگی میں خاشع نہ بنا ہو وہ کبھی خشوع کی عبادت نہیں کر سکتا۔

خدا کی عبادت کرنے والے خدا کی جنتوں میں جائیں گے۔ مگر اس عبادت کی توفیق اس کو ملتی ہے جو عبادت کے مخصوص اوقات کے علاوہ بھی خدا کا عابد بنا ہوا ہو نہ کہ وہ جو صرف وقتی طور پر عبادت کی صورت بنا لے۔ جنت ایک حقیقی جگہ ہے جو خصوصی اہتمام کے ساتھ حقیقی عبادت گزاروں کے لئے بنائی گئی ہے۔ حقیقی جنت ان لوگوں کو نہیں مل سکتی جو صرف جھوٹی عبادت کا سرمایہ لے کر خدا کے یہاں پہنچے ہوں۔

کامل دنیا

دنیا انتہائی لذیذ ہے مگر اس کی لذتیں چند لمحے سے زیادہ باقی نہیں رہتیں۔ دنیا بے پناہ حد تک حسین ہے مگر اس کو دیکھنے والی آنکھ بہت جلد بے نور ہو جاتی ہے۔ دنیا میں عزت اور خوشی حاصل کرنا انسان کو کتنا زیادہ مرغوب ہے مگر دنیا کی عزت اور خوشی آدمی ابھی پوری طرح حاصل نہیں کر پاتا کہ اس پر زوال کا قانون جاری ہو جاتا ہے۔ دنیا میں وہ سب کچھ ہے جس کو انسان چاہتا ہے مگر اس سب کچھ کو حاصل کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں، حتّٰی کہ اس خوش قسمت انسان کے لئے بھی نہیں جو بظاہر سب کچھ حاصل کر چکا ہو۔ ہر آدمی کچھ ایسی محدودیتوں میں گھرا ہوا ہے کہ وہ پا کر بھی نہیں پاتا۔ کامیاب ہونے کے بعد بھی خوشیوں کا چمن اس کے لئے نہیں اگتا۔

انسان ایک کامل وجود ہے مگر اس کا المیہ یہ ہے کہ اس کو کامل دنیا حاصل نہیں۔ انسان کی زندگی اس وقت تک بے معنی ہے جب تک اس کو ایک ایسی دنیا نہ ملے جو ہر قسم کی محدودیت اور ناموافق حالات سے پاک ہو۔

خدا نے یہ کامل دنیا جنت کی صورت میں بنائی ہے۔ مگر یہ دنیا کسی کو اپنے آپ نہیں مل سکتی۔ اس آنے والی مکمل دنیا کی قیمت موجودہ نامکمل دنیا ہے۔ جو شخص اپنی موجودہ دنیا کو آنے والی دنیا کے لئے قربان کر سکے وہی آنے والی جنتی دنیا کو پائے گا۔ جو شخص اس قربانی کے لئے تیار نہ ہو وہ بھی اگرچہ موت کے بعد ابدی دنیا میں داخل ہوگا، مگر اس کے لئے یہ ابدی دنیا حسرتوں اور مایوسیوں کی دنیا ہوگی نہ کہ خوشیوں اور لذتوں کی دنیا۔

اندھیرے کے بعد اجالا

ہر رات کے بعد صبح آتی ہے۔ جو چیزیں اندھیرے میں چھپی ہوئی تھیں وہ دن کی روشنی میں لوگوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ آج کی ایک مثال ہے جو کل کے بارے میں لوگوں کو بتا رہی ہے۔

جب آخرت کا سورج طلوع ہوگا تو وہ تاریکی کے ان پردوں کو پھاڑ دے گا جو آج لوگوں کی اصل حیثیت کو چھپائے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہر آدمی اپنی اصل صورت میں دکھائی دینے لگے گا۔ اس وقت صاف نظر آئے گا کہ کون شخص اندر سے جانور تھا اور بظاہر انسانی صورت میں چل رہا تھا۔ کون شخص ناحق پر تھا اگرچہ وہ خوبصورت الفاظ بول کر اپنے کو حق پرست ثابت کئے ہوئے تھا۔ کون شخص اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش میں مبتلا تھا اگرچہ زبان سے وہ اللہ کا نام لیتے ہوئے نہیں تھکتا تھا۔

اس کے بعد کچھ اور اشخاص ہوں گے جن کی حقیقت آخرت کے دن کھل کر سامنے آئے گی۔ لوگ دیکھیں گے کہ ایک شخص جس کو انھوں نے اس کے معمولی حالات کی بنا پر غیر اہم سمجھ لیا تھا وہ اپنے اندر اہمیت کا پہاڑ لئے ہوئے تھا۔ ایک شخص جس کو دنیا کی پر رونق مجلسوں میں عزت کی جگہ نہیں ملتی تھی وہ فرشتوں کی زیادہ باعزت مجالس میں اپنے صبح و شام گزار رہا تھا۔ ایک شخص جس کو وقت کے بڑوں نے اپنے نزدیک رد کر دیا تھا وہی وہ شخص تھا جس کو خدا کی طرف سے مقبولیت کی سند ملی ہوئی تھی۔ ایک شخص جس کو دنیا کے لوگ بے دین قرار دے کر حقارت کے خانہ میں ڈالے ہوئے تھے اس کا نام خدا کے یہاں دین داروں کی فہرست میں سب سے اوپر لکھا ہوا تھا۔

تاریکی ختم ہوگی

کائنات ایک انتہائی بامعنی کارخانہ ہے۔ کائنات کسی ایسی چیز کو قبول نہیں کرتی جو اس کے مزاج کے خلاف ہو، جو اس کی تخلیقی اسکیم کے مطابق نہ ہو۔ مگر کائنات کے سب سے زیادہ سرسبز اور قیمتی حصہ پر انسان ظلم و فساد جاری کئے ہوئے ہے۔ حق کے نام پر حق کو قتل کیا جا رہا ہے اور کائنات اپنی تمام معنویت کے باوجود خاموش کھڑی ہوئی ہے۔ وہ زمین پر سب کچھ ہوتے ہوئے دیکھتی ہے مگر اس کے بارے میں اپنا کوئی بیان نہیں دیتی۔ وہ سچ کو سچ نہیں کہتی اور جھوٹ کے جھوٹ ہونے کا اعلان نہیں کرتی۔

کیا کائنات کے اندر تضاد ہے۔ کیا یہ ایک گونگی کائنات ہے۔ جس کائنات کے پاس سریلے نغمے بکھیرنے والی چڑیاں ہوں کیا اس کے پاس حق کا اعلان کرنے والی زبان نہیں۔ جواب یہ ہے کہ یقیناً ہے۔ مگر خدا نے اس کو قیامت تک خاموش رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ جیسے ہی صور پھونکا جائے گا تمام زبانوں کی مہریں ٹوٹ جائیں گی۔ اس وقت ساری کائنات ایک عظیم ریکارڈ بن جائے گی اور پھر خدا کے گواہ کی حیثیت سے وہ سب کچھ بتائے گی جو حق اور عدل کے مطابق اسے بتانا چاہئے۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جس کائنات کے پاس رات کو دن بنانے والا سورج موجود تھا اس کے پاس یہ بھی انتظام تھا کہ تاریکی میں چھپے ہوئے اعمال کو اجالے میں لا سکے۔

اس دن خدا کے سرکش بندے اپنی سرکشی کی ابدی سزا بھگتنے کے لئے جہنم کی آگ میں ڈال دئے جائیں گے اور خدا کے نیک بندے خدا کی رحمتوں کے سایہ میں جنت میں داخل کئے جائیں گے جہاں وہ عزت اور آرام کی ابدی زندگی کا لطف اٹھاتے رہیں گے۔

تمناؤں کی دنیا

خدا نے انسان کو ایک ایسی مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا جس کے اندر بہت سی خواہشیں اور لذتیں چھپی ہوئی ہیں۔ دنیا میں ان خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل کا سامان بھی موجود ہے۔ مگر انسان جب انھیں پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انھیں پورا نہیں کرسکتا۔ کہیں انسان کی عمر اس کی خواہشوں اور لذتوں کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے اور کہیں اس کی محدودیت۔ کہیں اس کی کوئی کمزوری رکاوٹ بن جاتی ہے اور کہیں کوئی ناخوش گوار اتفاق۔

کیا انسان کا مقدر صرف یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی خواہشیں لے کر دنیا میں آئے اور پھر یہ حسرت لے کر دنیا سے چلا جائے کہ وہ اپنی خواہشوں کو حاصل نہ کرسکا۔ نہیں، بلکہ خدا نے جنت کی صورت میں اس کی خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل کا ابدی سامان مہیا کر رکھا ہے۔ موت کے بعد آدمی ایک اور زیادہ کامل زندگی پالیتا ہے، وہ ایک ایسی دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولتا ہے جو ہر قسم کی کمیوں سے پاک ہے۔ یہاں وہ سب کچھ بے حساب مقدار میں موجود ہے جس کو انسان نے موجودہ دنیا میں چاہا مگر وہ ان کو اپنے لئے حاصل نہ کرسکا۔

موت کے بعد کی یہ جنت ان خوش نصیب لوگوں کے لئے ہے جو موت سے پہلے جنتی عمل کا ثبوت دیں جو اپنے اونچے کردار سے اس کا استحقاق ثابت کریں۔ تمناؤں کی زندگی جس کو آدمی موجودہ دنیا میں نہ پاسکا اس کو وہ آخرت کی دنیا میں پائے گا۔ مگر یہ زندگی اسی کو ملے گی جو موجودہ دنیا میں اس کی قیمت ادا کر چکا ہو۔

کھونے والا پاتا ہے

خوشیوں سے بھری ہوئی زندگی انسان کا سب سے بڑا خواب ہے۔ ہر آدمی اس تمنا کو لے کر پیدا ہوتا ہے مگر ہر آدمی اس تمنا کو پورا کئے بغیر مر جاتا ہے۔ اس ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ اپنے خواب کی تعبیر اسی موجودہ دنیا میں چاہتے ہیں۔ مگر موجودہ دنیا اس آرزو کی تکمیل کے لئے کافی نہیں۔

ہم اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی طرف ابھی سفر کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم کو موت آجاتی ہے۔ ہم مشینی ترقیاں وجود میں لاتے ہیں مگر نئے نئے مسائل پیدا ہو کر ساری ترقی کو بے معنی بنا دیتے ہیں۔ ہم اپنی پسند کے مطابق اپنا ایک گھر بناتے ہیں مگر دوسرے انسانوں کا بغض، حسد، گھمنڈ، ظلم اور انتقام ظاہر ہو کر ہم کو الجھا دیتے ہیں اور ہم اپنے آشیانہ کو خود اپنی آنکھوں سے بکھرتا ہوا دیکھ کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

آدمی کی تمنائیں بجا ہیں مگر ان کے پورے ہونے کی جگہ موت کے بعد آنے والی دنیا ہے نہ کہ موت سے پہلے کی دنیا۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو ہماری موجودہ زندگی کو بامعنی بناتا ہے۔ اس کے بعد موجودہ دنیا جدوجہد کی دنیا بن جاتی ہے اور اگلی دنیا جدوجہد کا انعام پانے کی دنیا۔ موجودہ دنیا کو منزل سمجھنے کی صورت میں آدمی مایوسی کے سوا اور کہیں نہیں پہنچتا۔ جب کہ آخرت کی دنیا کو منزل سمجھنے کا عقیدہ اس کے سامنے ابدی سکون کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ایک ایسی دنیا جہاں کھونے کے سوا اور کچھ نہ ہو وہاں وہی نظریہ صحیح ہو سکتا ہے جو کھونے میں پانے کا راز بتاتا ہو۔

حادثہ سے بچیے

آدمی بے شمار کوششوں کے بعد ایک قابل اعتماد معاشی زندگی حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے حوصلوں کو ایک دل پسند مکان کی صورت میں بنا کر خوش ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے کامیابی اور ترقی کا مینار کھڑا کرتا ہے۔ مگر عین اس وقت اس کی موت آجاتی ہے۔ وہ اپنے گھر کو سونا چھوڑ کر قبر میں لیٹ جاتا ہے۔ اس کا چکنا جسم مٹی اور کیڑے کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس کی کوششوں کا حاصل اس سے اس طرح جدا ہو جاتا ہے جیسے آدمی اور اس کے درمیان کبھی کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

کوٹھی کا خواب دیکھنے والا مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ قبر میں داخل ہو، وہ قبر کے راستہ سے گزر کر حشر کے میدان میں پہنچ جائے۔ یہ دوسری دنیا اس کی آرزوؤں کی دنیا سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ یہاں وہ اتنا مفلس ہوتا ہے کہ اس کے پاس کپڑا بھی نہیں ہوتا جس سے وہ اپنے جسم کو چھپائے۔ اس کی ساری کمائی اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھی اس سے بچھڑ جاتے ہیں۔ اس کا زور اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز وہاں اس کا ساتھ دینے کے لئے موجود نہیں ہوتی جن کے بل پر وہ دنیا میں گھمنڈ کر رہا تھا۔

آہ وہ سفر بھی کیسا عجیب ہے جو عین منزل کے قریب پہنچ کر حادثہ کا شکار ہو جائے۔ وہ مسافر بھی کیسا عجیب مسافر ہے جو یہ سمجھ کر آگے بڑھ رہا ہو کہ وہ منزل کی طرف جا رہا ہے مگر جب منزل آئے تو اس کو معلوم ہو کہ وہ صرف بھٹک رہا تھا، وہ الٹی سمت میں اپنی بھاگ دوڑ جاری کئے ہوئے تھا نہ کہ صحیح سمت میں۔

آفاقی دین

کائنات کا دین اللہ کی اطاعت ہے۔ یہاں کی ہر چیز اللہ کے مقرر کیے ہوئے ضابطہ پر چل رہی ہے۔ درخت اوپر کھڑا ہوتا ہے مگر وہ اپنا سایہ نیچے زمین پر بچھا دیتا ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں مگر وہ کسی سے ٹکراؤ نہیں کرتیں۔ سورج اپنی روشنی بکھیرتا ہے مگر وہ چھوٹے بڑے میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ بادل بارش برساتے ہیں مگر وہ اپنے اور غیر میں تمیز نہیں کرتے۔ چڑیاں اور چیونٹیاں اپنے اپنے رزق کی تلاش میں مصروف ہوتی ہیں مگر وہ ایک دوسرے کا حصہ نہیں چھینتیں۔

یہ کائنات کے لئے خدا کا دین ہے اور اسی دین پر انسان کو بھی رہنا ہے۔ اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو دنیا میں درخت کے سایہ کی طرح متواضع بن کر رہیں۔ جو دوسروں کے درمیان سے اس طرح گزریں جیسے ہوا کے لطیف جھونکے لوگوں کے بیچ سے گزر جاتے ہیں۔ جن کا فیض اور جن کی مہربانیاں بارش کی طرح ہر ایک کے لئے عام ہوں۔ جو دریا کے پانی کی طرح دوسروں کے لئے سیرابی بن جائیں۔ جنھوں نے سورج کی شعاعوں کی طرح ہر ایک کو اجالے کا تحفہ دیا۔ جنھوں نے اپنی سرگرمیوں کے دوران اس بات کی پوری احتیاط کی کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

جنت ایسی ہی پاک روحوں کی آبادی ہے۔ جنت وہ نفیس مقام ہے جہاں آدمی اپنے پڑوسی سے پھولوں کی خوشبو جیسے سلوک کا تجربہ کرے گا اور چڑیوں کے چہچے جیسے میٹھے بول سنے گا۔ جہاں ایک کا دوسرے سے ملنا لطیف ہواؤں سے ملنے کی طرح ہوگا —— کیسی عجیب ہوگی جنت اور کیسا عجیب ہوگا جنت کا پڑوس۔

اسلامی زندگی

اسلامی زندگی کا وجود میں آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی درخت کا وجود میں آنا۔ ایک ہرا بھرا درخت زمین پر اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب کہ اس نے اپنے آپ کو زمین و آسمان کے نظام کے ساتھ ہم آہنگ کر لیا ہو، اسی طرح اسلامی انسان اس وقت بنتا ہے جب کہ وہ خدا کی پوری کائنات کو اپنی غذا بنا چکا ہو۔

اسلامی زندگی نہ عملیاتی ورزشوں سے وجود میں آتی ہے اور نہ انقلابی نعروں سے۔ ایک بندہ اس وقت مومن و مسلم بنتا ہے جب کہ وہ تجلیات الٰہی کا مہبط بن جائے۔ خدا نے جس طرح مادی سطح پر درختوں کے لئے ایک عالمی دسترخوان پھیلا رکھا ہے، اسی طرح روحانی سطح پر انسان کے لئے ہر وقت اس کے فیضان کی بارش ہو رہی ہے۔ مادی کائنات سے اپنے آپ کو جوڑنے کے نتیجہ میں درخت وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح الٰہی تجلیات کے سمندر میں نہانے سے وہ چیز وجود میں آتی ہے جس کو اسلامی زندگی کہتے ہیں۔ درخت ہو یا انسان، دونوں ہی ایک وسیع تر نظام غذا سے اپنے کو ہم آہنگ کر کے اپنی ہستی کو کمال کے مقام پر پہنچاتے ہیں۔ اسلامی انسان بھی ایسا ہی ایک واقعہ ہے جیسا ایک درخت۔ فرق یہ ہے کہ درخت فطری جبر کے تحت وجود میں آتا ہے اور انسان خود اپنے آزادانہ عمل سے۔

جو شخص آج اللہ کے رزق پر جی رہا ہے وہ آخرت میں نہایت شاداب اور تندرست حالت میں اٹھے گا۔ اور جو لوگ اللہ کے رزق سے محروم ہیں ان کا حال وہی ہوگا جو آج خراب غذاؤں پر پلنے والے غریبوں کا نظر آتا ہے۔ وہ وہاں بدحال صورتوں کے ساتھ اٹھیں گے خواہ آج وہ کتنے ہی پُر رونق نظر آتے ہوں۔

مومن خدا کی انڈسٹری ہے

ہر آدمی ایک انڈسٹری ہے۔ ایک شخص وہ ہے جس کی انڈسٹری سے صرف زہر اور انگارے برآمد ہوئے۔ اس کو جب موقع ملا تو اس نے اپنی بڑائی کا جھنڈا بلند کیا۔ اس کے پاس دولت آئی تو اس نے اس کو نمائشی کاموں میں خرچ کیا۔ اس نے کسی کے اوپر غلبہ پایا تو اس کی بربادی کے منصوبے بنائے۔ اس کو کسی سے اختلاف ہوا تو اس نے اسے کڑوی بات اور شیطانی عمل کا مزہ چکھایا۔ اس سے جب کسی کا معاملہ پڑا تو اس کو اس سے خود غرضی، بے انصافی اور دھاندلی کا تجربہ ہوا۔

ایسا آدمی اپنے اندر جہنم کی انڈسٹری قائم کئے ہوئے ہے۔ جو چیز بھی اس کے اندر داخل ہوتی ہے وہ زہر اور آگ اور بدبو بن کر باہر آتی ہے۔ موت کے بعد اس کی یہ پیداوار اسے گھیرے گی۔ وہ اپنے آپ کو خود اپنے بنائے ہوئے جہنم میں پھنسا ہوا پائے گا۔

دوسرا انسان وہ ہے جس کو خدا نے بڑائی دی تو اس نے تواضع کی صورت میں اس کا ردعمل پیش کیا۔ اس کا احتساب کیا گیا تو اس نے عجز کی نفسیات کے ساتھ اس کو قبول کیا۔ اس کے پاس دولت آئی تو اس نے خدا کے راستہ میں اس کا استعمال ڈھونڈ نکالا۔ اس کو اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے مواقع ملے مگر وہ اپنے آپ کو خدا کی خاطر دفن کرنے پر راضی ہوگیا۔ اس نے لوگوں کے اوپر قابو پایا تو وہ ان کے لئے انصاف اور خیر خواہی کا پیکر بن گیا۔

یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے اندر خدا کی انڈسٹری قائم کی۔ جو چیز بھی اس کے اندر داخل ہوئی وہ ربانی پیکر میں ڈھل کر باہر نکلی۔ اس نے موجودہ دنیا میں پھول اور خوشبو کی فصل اگائی تھی، آخرت میں وہ ہمیشہ کے لئے پھول اور خوشبو والے باغوں میں رہے گا۔

عمل یا اعتراف

ایمان وہ ہے جو آدمی کے اندر اس طرح داخل ہو کہ وہ اس کی نفسیات کا جزء بن جائے۔ وہ اس کے دل و دماغ پر پوری طرح چھا جائے۔ آدمی کا سوچنا اور چاہنا، اس کا یقین و اعتماد، اس کی دلچسپیاں اور وفاداریاں، اس کا خوف اور اس کی محبت، سب اس کے ایمان کے تابع ہو جائیں۔ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ ایسے لوگ اسی دنیا میں خدا کی پناہ میں آجاتے ہیں، اور جو شخص دنیا ہی میں خدا کی پناہ میں آچکا ہو اس کے متعلق کون شبہ کر سکتا ہے کہ وہ آخرت میں خدا کی پناہ سے محروم ہوگا۔

دوسرے اہل ایمان وہ ہیں جن سے نیکی کے ساتھ برائیاں بھی ہوئیں مگر انھوں نے اپنی برائیوں کا اعتراف کر لیا۔ امید ہے کہ اللہ انھیں بھی معاف کر دے گا۔ کیونکہ وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

مضبوط ایمان والا وہ ہے جس کے یہاں ایمان اور عمل دونوں ایک چیز بن جائیں۔ مگر کمزور ارادہ کے لوگ اپنے ایمان اور عمل کے درمیان اتنی یکسانی پیدا نہیں کر پاتے۔ تاہم وہ بھی اللہ کی رحمتوں میں حصہ دار ہوں گے، بشرطیکہ انھوں نے ڈھٹائی کے بجائے شرمندگی کا ثبوت دیا ہو۔ انھوں نے تاویلوں کا سہارا لینے کے بجائے کھلے طور پر اعتراف کر لیا ہو۔ وہ بحث کرنے کے بجائے چپ ہو گئے ہوں۔ ان کی کوتاہیوں کی نشان دہی کی جائے تو وہ بپھرنے کے بجائے اپنا سر جھکا لیں۔ اگر وہ اپنے رب کے سامنے عمل کا تحفہ نہ پیش کر سکے ہوں تو انھوں نے اپنے رب کے سامنے عجز کے آنسو پیش کئے ہوں۔ جو لوگ یہ آخری چیز بھی پیش نہ کر سکیں ان کو خدا بخشے گا تو کس بہانے بخشے گا۔

صبر کا سفر

خدا کا محبوب بندہ وہ ہے جو اپنی خود پسندی کو خدا پسندی میں گم کر دے۔ جو اپنی بات کے مقابلہ میں حق کی بات کو اختیار کرے۔ جو دنیا کی عزت کے مقابلہ میں آخرت کی عزت کو اہمیت دینے لگے۔ لوگوں کی طرف سے خواہ کتنی ہی تلخیاں پیش آئیں مگر وہ اپنی طرف سے جوابی کارروائی نہ کرے۔ اسی کا نام صبر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بے حد مشکل راستہ ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ یہی وہ راستہ ہے جو کسی کو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ جنت صبر کرنے والوں کو ملتی ہے اور صبر کرنے والا وہ ہے جو اللہ کی خاطر اپنے آپ کو ہر محرومی پر راضی کرلے۔

امتحان کی اس دنیا میں تلخیوں اور ناخوش گواریوں کے بغیر چارہ نہیں۔ جو شخص جنت کا مسافر بننا چاہے اس کو جان لینا چاہئے کہ وہ ایک ایسے راستہ پر چلنے کا ارادہ کر رہا ہے جس میں لوگوں کی طرف سے کڑوی باتیں پیش آئیں گی۔ جس میں لمبے انتظار کی مشقت برداشت کرنی ہوگی۔ جس میں مخالفین کی طرف سے طرح طرح کی دل آزاریاں ہوں گی۔ ان مواقع پر حق کا مسافر اگر صبر کو کھو دے، اگر وہ بے برداشت ہو جائے تو وہ درمیان ہی میں اپنے راستہ کو کھوٹا کرے گا، وہ جنت کی منزل تک نہ پہنچ سکے گا۔

جنت کا سفر تمام کا تمام صبر کا سفر ہے۔ جنت میں وہی شخص پہنچے گا جو صبر کی تلخیوں کو سہنے کے لئے تیار ہو، جو جذبات کی پامالی پر بھی بے ہمت ہونا نہ جانے، جو نفس کی ہر چوٹ کو اپنے سینہ کی ویرانیوں میں چھپالے۔

خدا کا درخت

درخت کیا ہے، ایک بیج کی اس صلاحیت کا ظہور کہ وہ مٹی اور پانی سے اپنا رزق لے کر اپنے آپ کو تنہ اور شاخ اور پتی اور پھول کے اس مجموعہ کی صورت دے سکے جس سے زیادہ خوش منظر مجموعہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔

انسان کی مثال بھی کچھ اسی قسم کی ہے۔ وہ اس دنیا میں ایک بیج کی مانند ڈالا گیا ہے۔ اس کو اپنی کوششوں سے درخت بننا ہے۔ خدا کی اس دنیا میں اس کے لئے رزق کے بے پناہ ربانی مواقع رکھ دئے گئے ہیں۔ وہ اس دنیا سے اپنا رزق لے کر اپنے لئے ایک ابدی مستقبل کی تعمیر کر سکتا ہے جو اگلی زندگی میں جنت کے ہرے بھرے باغوں کی شکل میں اس کی طرف لوٹے اور اس کے لئے لازوال خوشی کا باعث ہو۔

اس کے برعکس جو لوگ ان مواقع سے اپنا ربانی حصہ پانے میں ناکام رہیں ان کی مثال اس بیج کی سی ہے جو کسی پتھر پر پڑ گیا ہو یا جس نے کسی ناموافق زمین پر جگہ پائی ہو۔ ایسا بیج کبھی لہلہاتے ہوئے درخت کی صورت اختیار نہیں کرتا۔ موجودہ دنیا میں جس نے اپنی تعمیر کے امکانات سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ گویا ایک ایسا بیج ہے جس کی کوتاہیوں نے اس کو درخت نہیں بنایا۔ ایسا شخص اگلی طویل تر زندگی میں ابدی ناکامی سے دوچار ہوگا۔ وہ آخرت کی دنیا میں ایک ایسی زندگی کا وارث ہوگا جو ہر قسم کی شادابی سے مکمل طور پر محروم ہو۔

جنتی انسان گویا ایک بہترین درخت ہے جو دنیا میں اگتا ہے اور پھر آخرت میں لے جا کر خدا کے ہرے بھرے باغ میں لگا دیا جاتا ہے۔

جنت کی وراثت

زمین پر انسان کو آزادی حاصل ہے مگر یہ مستقل آزادی نہیں ہے۔ یہ صرف وقتی آزادی ہے اور خاص منصوبہ کے تحت دی گئی ہے۔ یہ دراصل امتحان کی آزادی ہے ۔ کائنات کا مالک یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ان میں سے کون ہے جو آزادی پاکر بھی آزادی کا غلط استعمال نہیں کرتا۔ اس کے بعد خدا ایسے لوگوں کو اپنے انعامات سے نوازے گا اور ان لوگوں کو تباہی کے گڑھے میں ڈال دے گا جو آزادی پاکر بگڑ گئے۔

دنیا کا موجودہ نظام صرف اس وقت تک ہے جب تک جانچ کا یہ عمل پورا نہیں ہو جاتا۔ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد زمین کا مالک زمین کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لے گا جس طرح وہ بقیہ کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اس وقت اچھے اور برے ایک دوسرے سے الگ کر دئے جائیں گے۔ اچھے لوگوں کو ابدی طور پر جنتی زندگی حاصل ہوگی اور برے لوگ ابدی طور پر جہنمی حالات میں دھکیل دئے جائیں گے۔

موجودہ دنیا وہ مقام ہے جہاں آنے والی جنتی دنیا کے شہری چنے جا رہے ہیں۔ جو لوگ آزاد ہونے کے بعد بھی اپنے آپ کو اللہ کا حکم بردار بنائیں گے۔ جو مجبور نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کی مرضی کو اپنے اوپر طاری کریں گے وہی اللہ کے نزدیک اس قابل ٹھہریں گے کہ وہ اللہ کی جنتی دنیا کے باسی بن سکیں۔ آج امتحان کے وقفہ میں ہر طرح کے لوگ زمین پر بسے ہوئے ہیں مگر امتحان کی مدت ختم ہونے کے بعد صرف صالح لوگ خدا کی اس ہری بھری دنیا کے وارث قرار پائیں گے اور بقیہ لوگوں کو اس سے بے دخل کر کے دور پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ابدی طور پر حسرتوں اور مایوسیوں کا مزا چکھتے رہیں ۔

جنتیوں کا انتخاب

موجودہ امتحان کی دنیا میں انسانوں کو آزادی ملی ہوئی ہے۔ مگر انسان اپنی آزادی کا غلط استعمال کرتا ہے۔ اس نے خدا کی زمین کو ظلم و فساد سے بھر رکھا ہے۔ پھر خدا نے اتنی بڑی برائی کو کیوں گوارا کیا۔ صرف اس لئے کہ اس کے بغیر اس اعلیٰ نوع کا انتخاب نہیں کیا جا سکتا جو جنت میں بسائے جانے کے قابل ہو۔ اختیار اور آزادی کے ماحول ہی میں وہ انسان چنے جا سکتے ہیں جن کے متعلق خدا کے نگراں فرشتے یہ گواہی دیں کہ یہ وہ روحیں ہیں جنھوں نے مکمل اختیار رکھتے ہوئے اپنے کو خدا کے لئے بے اختیار کر لیا تھا۔ دنیا کی بے پناہ برائیاں دراصل ایک بے پناہ بھلائی کی قیمت ہیں۔ یہ بھلائی کہ انسانوں کے جنگل سے وہ سعید روحیں چھان کر نکالی جائیں جو پورے شعور اور مکمل ارادہ کے ساتھ اپنے کو خدا کا تابعدار بنا لیں جو محض حقیقت پسندی کی بنا پر خدا کی محکومی اختیار کریں نہ کہ مجبوری کی بنا پر۔

یہ وہ انوکھی ہستیاں ہیں جن کو یہ موقع تھا کہ وہ حق کو جھٹلا دیں مگر انھوں نے حق کو نہیں جھٹلایا۔ جن کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی انا کا جھنڈا بلند کریں مگر وہ اپنے کو پچھلی سیٹ پر بٹھا کر خدا کو صدر نشین بنانے پر راضی ہو گئے۔ جن کو یہ آزادی ملی ہوئی تھی کہ وہ اپنی قیادت کا گنبد کھڑا کریں مگر انھوں نے اپنے گنبد کو خود اپنے ہاتھوں سے ڈھا دیا اور صرف حق کو اونچا کرنے میں انھوں نے خوشی حاصل کی۔ اس قسم کی روحیں اس کے بغیر چنی نہیں جا سکتیں کہ ان کو مکمل آزادی کے ماحول میں رکھا جائے اور آزادی کا حقیقی ماحول قائم کرنے کی ہر قیمت کو برداشت کیا جائے۔

دو قسم کی روحیں

انسانوں میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو گندے جذبات میں جیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ستھرے جذبات پر پرورش پاتے ہیں۔

ایک انسان وہ ہے جو نفرت اور عداوت میں جی رہا ہے۔ جو ذاتی نمائش اور شخصی مصلحت کی ہواؤں میں سانس لیتا ہے۔ جس کی روح کو اس سے غذا ملتی ہے کہ وہ حق کا اعتراف نہ کرے۔ جس کے قلب و دماغ کو انانیت، خود پرستی، اظہار برتری سے خوراک ملتی ہے۔ وہ کسی کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتا ہے۔ کسی کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر اس پر وار کرتا ہے اور پھر کامیابی کے قہقہے لگاتا ہے۔ ایسے لوگ جہنمی غذاؤں پر جی رہے ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانا صرف جہنم کی آگ ہوگا۔

دوسرا انسان وہ ہے جو ستھرے قلب کے ساتھ جی رہا ہے۔ اس کی روح دوسروں کی کامیابی سے خوش ہوتی ہے۔ وہ دوسروں پر قابو یافتہ ہو کر بھی اس کو چھوڑ دینے میں راحت محسوس کرتا ہے۔ اس کا دل دوسروں کے لئے محبت اور خیر خواہی کے جذبات سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کی ہستی کو عجز اور تواضع میں لذت ملتی ہے۔ وہ خدا اور آخرت کی فضاؤں میں سانس لیتا ہے۔ اختلاف کے وقت اپنے کو جھکا لینے میں اس کو سکون ملتا ہے۔ جب کوئی اس کی غلطی کی نشان دہی کرتا ہے تو اپنی غلطی کو مان لینے میں اس کا دل ٹھنڈک پاتا ہے۔ کسی کا حق اس کے ذمہ ہو تو جب تک وہ اس کا حق ادا نہ کرے اس کو راتوں کو نیند نہیں آتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنتی غذاؤں پر جی رہے ہیں۔ آخرت میں وہ جنت کے سدا بہار باغوں میں بسائے جائیں گے۔

شکر کا جذبہ

آدمی ملے ہوئے پر مطمئن نہیں ہوتا اور جو کچھ نہیں ملا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر آدمی غیر مطمئن زندگی گزارتا ہے۔ ہر شخص کو خدا نے کوئی نہ کوئی نعمت دی ہے۔ مگر آدمی کا حال یہ ہے کہ جو نعمت نہیں ملی اس کی طرف متوجہ رہتا ہے اور جو نعمت ملی ہوئی ہے اس کو حقیر سمجھتا ہے۔ ایسے آدمی کے اندر اپنے خدا کے لئے شکر کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ وہ اس قیمتی کیفیت سے محروم رہ جاتا ہے جو جنت کا مستحق بننے کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔

موجودہ دنیا کو خدا نے اس طرح بنایا ہے کہ یہاں مکمل راحت کسی کے لئے نہیں۔ اگر سرد علاقہ کے مسائل ہیں تو گرم علاقہ کے بھی مسائل ہیں۔ اگر کم آمدنی والے کی زحمتیں ہیں تو زیادہ آمدنی والے کی بھی زحمتیں ہیں۔ اگر بے زور کچھ مشکلوں سے دوچار رہے تو ان کی بھی مشکلیں ہیں جن کو زور و قوت حاصل ہے۔ امتحان کی اس دنیا میں آدمی کو مسائل سے فرصت نہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ جن مسائل کے درمیان ہے ان کو گوارا کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھے۔ اس کی توجہات کا مرکز خدا کی رضا ہو نہ کہ مشکلات سے خالی زندگی حاصل کرنا، کیونکہ وہ تو آخرت سے پہلے ممکن نہیں۔

جو شخص آخرت کی جنت کا مالک بننا چاہتا ہو اس کو سب سے بڑا تحفہ جو اپنے رب کی خدمت میں پیش کرنا ہے وہ شکر ہے، اور شکر کا جذبہ اس کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا کہ آدمی مشکلات و مسائل سے اوپر اٹھ کر سوچنے کی نظر پیدا کرلے۔ جنت کی قیمت شکر ہے اور جنت اسی کو ملے گی جو اس کی قیمت ادا کرے۔

اللہ والے

اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ عام حالات میں وہ خدا پرست نظر آتے ہیں۔ مگر جب کوئی غیر معمولی حالت پیش آئے تو اچانک وہ دوسری قسم کے انسان بن جاتے ہیں۔ کبھی محبت یا نفرت کا جذبہ، کبھی عزت و وقار کا سوال ان کے اوپر اس طرح چھا جاتا ہے کہ ان کی خدا پرستی اس کے نیچے دب کر رہ جاتی ہے۔ معمول کے حالات میں دینی زندگی گزارنے والا آدمی غیر معمولی حالات میں وہی سب کچھ کر گزرتا ہے جو غافل اور بے دین لوگ عام حالات میں کرتے ہیں۔

مگر حقیقی خدا پرست وہ ہے جو نہ صرف عام حالات میں اللہ سے ڈرے بلکہ غیر معمولی حالات میں بھی وہ اللہ سے ڈرتا ہو۔ کسی کی محبت اس کو حد سے نکلنے پر اکسائے تو وہ حد سے نکلنے پر تیار نہ ہو۔ کسی کے خلاف نفرت اس کو بے انصافی کے راستہ پر لے جانا چاہے تو وہ اس کے لئے راضی نہ ہو۔ ذاتی عزت و وقار کا سوال اس کو حق کے اعتراف سے روکے تو وہ اس کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

سچا خدا پرست آدمی اپنی تمام خامیوں سے آگاہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا رہتا ہے۔ اس کا مسلسل احتساب اس کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اپنے آپ کو بے لاگ انداز سے دیکھ سکے۔ وہ اپنے آپ کو اس حقیقی نظر سے دیکھے جس نظر سے اس کا خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو فیصلہ کے دن خدا کی ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جہاں نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ کسی قسم کا اندیشہ۔

مانگنے والا پاتا ہے

لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ جنت کا نام لیتے ہیں مگر جہنمی اعمال میں مشغول ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے خدا سے اس کی جنت مانگی ہی نہیں۔ اگر وہ خدا سے جنت مانگتے تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگوں کو ایسے راستوں میں چلنے دے جو انھیں جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔

یہ ممکن نہیں کہ آپ خدا سے جنت مانگیں اور وہ آپ کو جہنم دیدے۔ آپ خدا سے خشیت مانگیں اور وہ آپ کو قساوت دے دے۔ آپ خدا کی یاد مانگیں اور وہ آپ کو غفلت میں مبتلا کر دے۔ آپ آخرت کی تڑپ مانگیں اور وہ آپ کو دنیا کی محبت میں ڈال دے۔ آپ کیفیت سے بھری ہوئی دینداری مانگیں اور وہ آپ کو بے روح دین داری میں پڑا رہنے دے۔ آپ حق پرستی مانگیں اور وہ آپ کو شخصیت پرستی کی کوٹھری میں بند کر دے۔

اگر آپ کی زندگی میں مطلوب چیز نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے نہ مانگا تھا اور نہ آپ کو ملا۔ جو مانگے وہ کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ مالک کائنات کی غیرت کے خلاف ہے کہ وہ کسی بندے کو اس حال میں رہنے دے کہ قیامت میں جب خدا سے اس کا سامنا ہو تو وہ اپنے رب کو حسرت کی نظر سے دیکھے۔ وہ کہے کہ خدایا میں نے تجھ سے جنت مانگی تھی اور تو نے جہنم میرے حوالے کر دی۔ بخدا یہ ناممکن ہے، یہ ناممکن ہے، یہ ناممکن ہے۔ کائنات کا مالک تو ہر صبح وشام اپنے سارے خزانوں کے ساتھ آپ کے قریب آکر آواز دیتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں اسے دوں۔ مگر جن کو لینا ہے وہ خود منھ پھیرے ہوئے ہوں تو اس میں دینے والے کا کیا قصور۔

جنت کے شہری

جنت کا ماحول وہ ماحول ہوگا جہاں ہر طرف خدا کی حمد ہورہی ہوگی، خدا کی بڑائی کے سوا کسی اور کی بڑائی کا وہاں چرچا نہ ہوگا، اس لئے وہی لوگ جنت کی دنیا میں رہنے کے قابل ٹھہریں گے جو آج کی دنیا میں خدا کی حمد اور اس کی بڑائی سے سرشار رہے ہوں، اپنی یا کسی دوسرے کی بڑائی کے احساس سے جن کا سینہ خالی رہا ہو۔ جنت کی دنیا میں قول و عمل کا فرق نہ ہوگا۔ وہاں کوئی کسی کو دھوکا نہ دے گا۔ وہاں کوئی کسی کا استحصال کرنا نہ چاہے گا۔ وہاں کوئی کسی کو آزار نہ پہنچائے گا۔ اس لئے جنت کا باشندہ وہی شخص ہوسکتا ہے جس نے آج کی زندگی میں اپنے عمل سے دکھا دیا ہو کہ وہ شہریت کے ان اعلیٰ معیاروں پر پورا اترتا ہے۔

جنت مکمل طور پر مثبت سرگرمیوں کی دنیا ہوگی، اس لئے وہاں کی آبادیوں میں بسنے کا اجازت نامہ صرف انھیں لوگوں کو ملے گا جنھوں نے آج کی دنیا میں یہ ثبوت دیا ہو کہ وہ خاص مثبت مزاج رکھنے والے لوگ ہیں اور منفی اور تخریبی کارروائیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ جنت کی دنیا ایک ایسی دنیا ہے جہاں آدمی دوسروں کی شرارتوں سے محفوظ ہوگا، اس لئے جنت کی بستیوں میں رہنے کے قابل وہی شخص ہے جس نے دنیا میں یہ ثبوت دیا ہو کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو دوسروں کو اپنے حسد اور اپنی شرارت سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ جنت کا ماحول گندگیوں اور بے ہودگیوں سے پاک ہوگا اس لئے جنت کی کالونیوں میں بسانے کے لئے انھیں لوگوں کا انتخاب کیا جائے گا جو ہر قسم کی بے ہودگیوں سے دور رہنے والے ثابت ہوئے ہوں۔

عبدیت کا مقام

بندہ جب تواضع کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ خدا کے قریب ترین ہوتا ہے ۔ کیونکہ خدا کے دربار میں کسی بندہ کے لئے جو سب سے قریبی نشست ہے وہ تواضع ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تواضع اگر نمائشی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو تو وہ آدمی کے لئے سب سے لذیذ چیز ہوتی ہے، کیونکہ خدا کی اس دنیا میں وہ اپنی اصل حیثیت کا اعتراف ہوتا ہے، وہ خدا کے سب سے قریب پہنچ جانے کے ہم معنی ہے۔

جس آدمی کو عبدیت کے مقام کی خبر نہ ہو، عبدیت اس کے ئے لذیذ چیز نہیں بن سکتی۔ جو شخص امتیاز میں جیتا ہو وہ مساوات کی لذت کو کس طرح پائے گا۔ جو اپنی انا میں گم ہو وہ خدا کی کبریائی کے اعتراف کا مزہ کیسے چکھے گا۔ جو دوسروں کو غلط ثابت کر کے خوش ہو رہا ہو اس کو اپنی غلطی جاننے اور ماننے کی خوشی کیسے حاصل ہوگی۔ جو اپنے کو ایک پیمانہ سے ناپے اور دوسروں کو دوسرے پیمانہ سے ناپے وہ کیوں کر جانے گا کہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے ایک پیمانہ رکھنا اتنی بڑی دولت ہے کہ دنیا کی تمام دولتیں اس پر قربان کی جاسکتی ہیں۔

جنتی انسان وہ ہے جس کے لئے جنتی عمل دنیا میں سب سے بڑی لذت بن جائے، عبادت میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی۔ حسد کے جذبات کو کچلنا، انتقام کی آگ کو بجھانا، گروہی عصبیت سے اپنے کو اوپر اٹھانا، اختلاف کے باوجود انصاف کرنا، خوشامد کے بجائے حق کی بنیاد پر انسان کی قدر کرنا، یہ سب چیزیں اس کے لئے اس طرح لذیذ بن جائیں کہ ان کو چھوڑنا اس کے لئے ممکن نہ رہے۔

درخت کا سبق

درخت کو دیکھیے ۔ اس کا تنہ کس قدر سخت اور طاقت ور ہے۔ مگر اس کی پتی، اس کا پھول اور اس کے پھل اتنا ہی زیادہ نازک اور کمزور ہیں۔ ایک شخص جب پتیوں کے حسن، پھولوں کی رنگ کاری اور پھلوں کی لطافت پر غور کرتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ درخت کے یہ نرم و نازک حصے اس کے مضبوط حصوں سے زیادہ قدرت کی توجہ کے مستحق رہے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنہ اور شاخیں اس لئے تھیں کہ وہ تخلیق کے اس نرم و نازک شاہکار کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنیں جن کو پتی اور پھول اور پھل کہا جاتا ہے ۔

یہ خدا کی طرف سے ایک خاموش اشارہ ہے جو بتاتا ہے کہ انسان سے اس کے خالق کو کیا مطلوب ہے۔ زندگی کے درخت کو حسین پھولوں کے انجام تک پہنچانے کے لئے آدمی کو کیا کرنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی طاقت سے زیادہ معنویت کا دلدادہ ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

انسان پتھروں کے آگے جھکتا ہے اور سچائی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ لوگ طاقتور تنوں پر اپنے حسنِ سلوک کا ثبوت دے رہے ہیں حالانکہ ان کا خدا ان سے پھولوں اور پتیوں کی سطح پر حسنِ سلوک کا نذرانہ مانگ رہا ہے۔ لوگ بڑوں کا استقبال کر کے اپنی شرافت اور انسانیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ خدا جہاں ان کی شرافت اور انسانیت کو دیکھنے کا منتظر ہے وہ اس کے وہ بندے ہیں جن کو چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لوگ شہرت کے مواقع پر پیسہ دے کر فیاضی کا ٹائٹل لے رہے ہیں حالانکہ خدا کے یہاں فیاضی کا ٹائٹل اس کو ملتا ہے جو ایسے مواقع پر پیسہ دے جہاں جیب خالی کر کے بھی شہرت اور عزت حاصل نہیں ہوتی۔

جنت کی وراثت

مومن خدا کی اس دنیا میں گویا ایک تناور درخت ہے۔ ایک شخص جب مومن بنتا ہے تو ساری کائنات اس کو رزق پہنچانے کے لیے مستعد ہو جاتی ہے۔ وہ ایک شاندار درخت کی مانند بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ زمین کے اندر بھی وہ اپنی جڑیں پھیلاتا ہے اور آسمان تک بھی اس کی شادابیاں پہنچتی ہیں۔ خدا کی مدد ہر مرحلہ میں اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ ہر موقع پر اپنی بہار دکھاتا ہے۔ اس کی کامیابیاں دنیا کی زندگی سے لے کر آخرت کی زندگی تک چلی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس غیر مومن خدا کی اس زمین پر جھاڑ جھنکاڑ کی طرح ہے، وہ غیر مطلوب پودے کے طور پر بس اوپر اوپر اگ آتا ہے۔ خدا کی مدد اس کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اس لئے نہ دنیا میں اس کو جماؤ حاصل ہوتا اور نہ آخرت میں وہ کوئی پھل دیتا۔ وہ یہاں بھی محروم رہتا ہے اور وہاں بھی۔

غیر مومن کو موجودہ دنیا میں جو مواقع ملتے ہیں وہ خدا کے قانون مہلت کی بنا پر ہیں۔ امتحان کی مصلحت کے تحت اس کو وقتی طور پر زمین کی سطح پر اگنے اور بڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ مگر امتحان کی مدت ختم ہوتے ہی اس کو زمین سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کو آگ کی دنیا میں پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ابدی طور پر جہنم میں جلتا رہے۔ اور خدا کی سرسبز و شاداب دنیا اپنی جنتی فضاؤں کے ساتھ صرف ان لوگوں کی وراثت میں دے دی جائے گی جو موت سے پہلے کی زندگی میں سچے ربانی انسان ثابت ہوئے ہوں۔

آخرت میں جینے والے

جنت اس کے لئے ہے جو جنت کا طالب ہو اور جنت کا طالب وہ ہے جس کے لئے جنت کے مقابلہ میں ہر دوسری چیز بے قیمت ہو جائے۔ جو شخص حقیقی معنوں میں جنت کا طالب ہو اس کی نگاہ میں دنیا کی تمام چیزیں حقیر بن جاتی ہیں۔ اخروی چیزوں کی اہمیت کا احساس دنیوی چیزوں کو اس کی نظر میں غیر اہم بنا دیتا ہے۔

جب آدمی کا ذہن آخرت کی باتیں سوچنے میں اتنا گم ہو کہ وہ دنیا کی باتیں بھولنے لگے۔ جب آخرت کا غم اس کے اوپر اس طرح چھا جائے کہ دنیا کے غم اس کو یاد نہ آئیں۔ جب آنے والے مستقل آرام و تکلیف مسئلہ اس کو اتنا فکرمند بنا دے کہ عارضی آرام و تکلیف کے مسئلے اس کے لئے بے حقیقت ہو جائیں۔ جب کل کی زندگی اس کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ آج کی زندگی کے بارے میں وہ لوگوں کو غافل نظر آنے لگے۔ جب بلند تر حقیقتوں کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے وہ دنیا میں اس طرح رہنے لگے گویا وہ دنیا میں نہیں ہے۔ جب وہ دنیا کا کوئی آرام دیکھے تو یہ سوچ کر رو پڑے کہ معلوم نہیں آخرت میں کیا ہونے والا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف اس کو ستائے تو اس کی زبان سے نکلے کہ خدایا، دنیا کی معمولی تکلیف تو برداشت نہیں ہوتی پھر آخرت کی تکلیف کس طرح برداشت ہوگی۔ جب دنیا کی لذتیں اس کو تسکین نہ دے سکیں اور دنیا کی مصیبتیں اس کی نگاہ میں حقیر بن جائیں۔

جن لوگوں کا یہ حال ہو جائے وہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے ماننے والے بنے۔ انھیں خوش نصیب روحوں کے لئے آخرت میں جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

جنتی عمل

جنتی عمل وہ ہے جو آدمی کے اندر جنت کے پھول کھلا رہا ہو، جس کو کرنے کے دوران آدمی کو خود بھی کچھ ملے۔ اگر آدمی بظاہر سرگرمیاں دکھا رہا ہو اور اس کا اپنا وجود کچھ پاتے سے محروم ہو تو اس کی سرگرمیوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ عمل وہی عمل ہے جس کے دوران آدمی کے ذہن میں شعور کی چنگاری پڑے۔ اس کے دل میں سوز و تڑپ کا کوئی لاوا ابلے۔ اس کی روح کے اندر کوئی کیفیاتی ہلچل پیدا ہو۔ اس کے اندرون میں کوئی ایسا حادثہ گزرے جو برتر حقیقتوں کی کوئی کھڑکی اس کے لئے کھول دے۔

آخرت کے پیمانہ میں اہمیت کی چیز یہ نہیں ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اہمیت کی چیز یہ ہے کہ آپ کیا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کی مصروفیات بہت بڑھی ہوئی ہوں۔ اگر بتانے کے لئے آپ کے پاس بہت سے کارنامے ہوں مگر آپ کی اندرونی ہستی خالی ہو تو آپ کی مصروفیات محض بے فائدہ سرگرمیاں ہیں، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہوائیں ہوں مگر ان سے آکسیجن نہ ملے۔ پانی ہو مگر اس سے سیرابی حاصل نہ ہو۔ غذا ہو مگر اس سے آدمی کو قوت نہ ملے۔ سورج ہو مگر وہ روشنی نہ دے رہا ہو تو ایسا ہونا ہونا نہیں ہے بلکہ نہ ہونے کی بدترین شکل ہے۔

غیر جنتی انسان وہ ہے کہ جب وہ بولے تو اس کے الفاظ اس کے دل کی دھڑکن نہ بنیں۔ وہ عمل کرے مگر اس کا عمل اس کے دل کو نہ چھوئے۔ اس کے برعکس جنتی انسان وہ ہے جس کا عمل اس کے لئے روحانی تجربہ بن رہا ہو۔ اس کی ہستی کو کیفیت کی غذائیں مل رہی ہوں۔ اس کی ظاہری کارروائیاں اس کے اندرونی وجود میں ہلچل پیدا کرنے کا سبب بن جائیں۔

جنت کس کا حصہ ہے

جنت کسی کو سستے داموں نہیں مل سکتی۔ یہ تو اسی خوش نصیب روح کا حصہ ہے جو حقیقی معنوں میں خدا کا مومن بندہ ہونے کا ثبوت دے۔ مومن ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی دنیا دارانہ زندگی کے ساتھ کچھ عملیات کا جوڑ لگالے۔ مومن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہی آدمی کی پوری زندگی بن جائے۔ آدمی کا پورا وجود خدا کے دین میں نہا اٹھے۔

مومن وہ ہے جس کے سینہ میں اسلام ایک نفسیاتی طوفان بن کر داخل ہو۔ جو خدا کو اپنے اتنا قریب پائے کہ اس سے اس کی سرگوشیاں جاری ہو جائیں۔ جس کی تنہائیاں خدا کے فرشتوں سے آباد رہتی ہوں۔ جس کے دینی احساس نے اس کی زبان میں خدا کی لگام دے رکھی ہو۔ جس کے ہاتھوں اور پیروں میں خدا کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں۔ جس کے اسلام نے اس کو حشر کی آمد سے پہلے حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کافر پر مرنے کے بعد گزرنے والا ہے، وہ مومن پر جیتے جی اسی دنیا میں گزر جاتا ہے۔ دوسرے لوگ جن باتوں کو اس وقت پائیں گے جب کہ خدا غیب کا پردہ پھاڑ کر سامنے آجائے گا، مومن ان باتوں کو اس وقت پالیتا ہے جب کہ خدا ابھی غیب کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔ مومن پر قیامت سے پہلے قیامت گزر جاتی ہے جب کہ دوسروں پر قیامت اس وقت گزرے گی جب کہ وہ عملاً ان کے اوپر آچکی ہوگی۔

جنتی کون

جنتی وہ ہے جس پر جنت سے پہلے جنت کا تجربہ گزر جائے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے دنیا میں ان کیفیات کو پالیا ہو جو آخرت میں اس کو جنت کا مستحق بنانے والی ہیں۔ جس کے رونگٹے کھڑے ہو کر اس کو خدائی محاسبہ کا احساس دلا چکے ہوں۔ جس کے قلب پر ٹکڑے کر دینے والی تجلیات کے نزول نے اس کو قربت خداوندی سے آشنا کیا ہو۔ جس نے بغض و انتقام کے جذبات کو اپنے اندر کچل کر عفو خداوندی کا مشاہدہ کیا ہو۔ جس نے اپنے ندامت کے آنسوؤں میں وہ منظر دیکھا ہو جب کہ ایک مہربان آقا اپنے خادم کے اعتراف قصور پر اس سے درگزر فرماتا ہے۔ جس پر یہ لمحہ گزرا ہو کہ ایک شخص پر قابو پانے کے باوجود وہ اس کو اس لئے چھوڑ دے کہ اس کا خدا بھی اس دن اُسے چھوڑ دے جب کہ وہ بالکل عاجز ہو کر اس کے سامنے کھڑا ہوا ہوگا۔ جو اختیار کے باوجود اپنی زبان کو صرف خدا کی خاطر روک لے۔ جو حق کے آگے اس طرح گر پڑے جیسے لوگ آخرت میں خدا کو دیکھ کر ڈھ پڑیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن جنت کا ایک پھول ہے۔ وہ موجودہ دنیا میں آنے والی دنیا کا ایک ابتدائی شگوفہ ہے۔ مومن پر وہ سارے تجربات اسی دنیا میں گزر جاتے ہیں جو دوسروں پر موت کے بعد گزرنے والے ہیں۔ آدمی کی زندگی میں مختلف قسم کے جو حالات پیش آتے ہیں انھیں میں ہر آدمی کی جنت اور جہنم چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ ان حالات میں کوئی شخص شیطان کا انداز اختیار کر کے جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے اور کوئی شخص فرشتوں کا انداز اختیار کر کے جنت کا۔

قیمت نہ دینا

جنت کی قیمت آدمی کا اپنا وجود ہے۔ جو شخص اپنے وجود کو اللہ کے لئے قربان کرے گا وہی جنت کو پائے گا۔ وجود کی قربانی دئے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں۔

ہر آدمی کی زندگی میں وہ لمحہ آتا ہے جب کہ خدا کا دین اس سے کسی قسم کی قربانی مانگتا ہے ـــــ نفس کی قربانی، شخصیت کی قربانی، مال کی قربانی، زندگی کی قربانی۔ ایسے مواقع پر جو شخص مطلوبہ قربانی پیش کر دے وہ خدا کے انعام کا مستحق ہوگیا۔ جو شخص ہچکچا کر رک جائے وہ خدا کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا۔

جنت اتنی زیادہ قیمتی ہے کہ ہماری کوئی بھی چیز اس کا بدل نہیں بن سکتی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ایک بہت معمولی چیز کو اس کی قیمت بنا دیا ہے۔ یہ ہماری قربانی ہے۔ آدمی اور جنت کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اپنی بے قیمت جان کو پیش کر دے۔ وہ اس مقصد کے لئے اپنے حقیر مال کو لٹا دے۔ وہ خدا کے کام میں اپنی مختصر عمر کو صرف کر دے ـــــ سچائی کو مان لینا قربانی ہے۔ اپنے اثاثہ کو اللہ کے لئے دینا قربانی ہے۔ اپنے وقت اور قوت کو خدا کی راہ میں لگانا قربانی ہے۔ اپنے خلاف مزاج بات کو خدا کی خاطر سہہ لینا قربانی ہے۔

کتنی بڑی چیز کی یہ کتنی چھوٹی قیمت ہے۔ مگر آدمی یہ معمولی قیمت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ آدمی اپنی مختصر زندگی گزار کر اس حال میں دنیا سے چلا جاتا ہے کہ اس نے جنت کی قیمت ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا تھا۔

جنتی اعمال

آخرت میں جنت کی لذتیں اس شخص کو ملیں گی جس کے لئے جنت والے اعمال اسی دنیا میں لذیذ بن گئے ہوں۔ جب آدمی کا حال یہ ہو جائے کہ وہ دنیا کے دکھائی دینے والے سہاروں سے زیادہ خدا کے نہ دکھائی دینے والے سہارے پر بھروسہ کرنے لگے۔ دنیوی چیزوں کی محبت سے زیادہ خدا کی محبت اس کو عزیز ہو اور دنیوی چیزوں کے خوف سے زیادہ خدا کا خوف اس کے لئے اہمیت رکھتا ہو۔ رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کو قبول کرنا اس کو ہر حال میں پسند ہو، خواہ وہ اس کے ذوق کے خلاف کیوں نہ ہو۔ وہ دنیا کی مصلحتوں کے بجائے آخرت کی مصلحتوں کو اہمیت دے۔ حق کو نظر انداز کرنے کے مقابلہ میں حق کو مان لینا اس کی نظر میں زیادہ محبوب بن جائے۔ بے فکری کے ساتھ قہقہہ لگانے سے بڑھ کر تسکین اس کے دل کو اس وقت ملتی ہو جب کہ وہ اللہ کے لئے آنسو بہا رہا ہو۔ وقار کا سوال اگر سچی بات کو قبول کرنے میں رکاوٹ بنے تو وہ اپنے وقار کو مجروح کر کے سچائی کا طریقہ اختیار کرنے پر تیار ہو جائے۔

جب اس کو کسی سے شکایت ہو جائے تو اس سے انتقام لینے کے بجائے اس کو معاف کر دینے میں اس کا دل ٹھنڈک پاتا ہو۔ حقوق کو غصب کرنے سے زیادہ اس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ جب اس کے سینہ میں حسد اور بغض کے جذبات بھڑک اٹھیں تو ان کو ظاہر کرنے کے بجائے ان کو کچل ڈالنا اس کو زیادہ محبوب ہو۔ کسی کے خلاف بری رائے قائم کرنے سے زیادہ اس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کرے۔

جنت کا مسافر

خدا کا مطالبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اثاثہ کو خدا کے حوالے کر دے۔ اس کے معاوضہ میں خدا نے آخرت میں اپنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

آدمی اکثر اپنے آپ کو بچا کر رکھتا ہے اور اس کے جواب میں دشواریوں کی ایک فہرست پیش کر دیتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی دشواریاں وہ قیمتی مواقع ہیں جن کو عذر نہ بنا کر وہ اپنے رب کو خوش کر سکتا ہے۔ آدمی جن مسائل کی بنا پر اسلام کی طرف بڑھنے سے رکتا ہے وہی دراصل اس کے لئے ترقی کے زینے ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے نہیں ہیں کہ آدمی ان کو دیکھ کر رک جائے، وہ اس لئے ہیں تاکہ آدمی انھیں پھاند کر آگے بڑھ جائے۔ وہ ان کو خدا تک پہنچنے کا زینہ بنالے۔

خدا کے نزدیک اس کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اپنی تمناؤں کو اس کے لئے دفن کر دے۔ جو اپنے آرام کو اس کی خاطر چھوڑ دے۔ جو اپنی مشکلات کو نظر انداز کر کے اس کی طرف بڑھ جائے۔ دنیا میں کسی کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ وہ یہاں کچھ حاصل کرے۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دے۔

سب سے زیادہ صحت مند وہ ہے جس کی صحت خدا کی راہ میں برباد ہو گئی ہو۔ سب سے زیادہ صاحب مال وہ ہے جو خدا کی خاطر بے مال ہو جائے۔ سب سے زیادہ بلند مرتبہ وہ ہے جو خدا کے لئے بے مرتبہ ہو گیا ہو۔ سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جو بالکل لٹا ہوا اپنے رب کے پاس پہنچے، کیونکہ اس کا رب اپنی رحمتوں کو اس کے اوپر انڈیل دے گا۔

جنتی اخلاقیات

خدا کو اپنی جنتی دنیا میں بسانے کے لئے کیسے انسان مطلوب ہیں، اس کا نمونہ اس نے موجودہ کائنات میں قائم کر دیا ہے۔ جو آدمی خدا کی ابدی نعمتوں میں حصہ دار بننا چاہتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ خدا کی پسند کو اپنی پسند بنائے، وہ خدا کی تابعداری میں بقیہ کائنات کا ہم سفر بن جائے۔

کائنات میں جو واقعہ لوہے کی صورت میں پایا جاتا ہے وہ انسانی سطح پر بے لچک کردار کی صورت میں مطلوب ہے۔ جو چیز پتھریلی زمین سے پانی کی صورت میں بہہ نکلتی ہے وہ انسان سے نرم مزاجی کی صورت میں مطلوب ہے۔ فطرت میں جو چیز اٹل قوانین کی صورت میں پائی جاتی ہے وہ انسان سے عہد کی پابندی کی صورت میں مطلوب ہے۔ مادی دنیا میں جو چیز مہک اور لذت اور رنگ کی صورت میں پائی جاتی ہے وہ انسان سے خوش معاملگی کی صورت میں مطلوب ہے۔ خلا میں کھربوں ستارے مسلسل حرکت کرتے ہیں مگر ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ یہی واقعہ انسان کی زندگی میں اس طرح مطلوب ہے کہ ہر آدمی اپنے دائرہ میں اس طرح سرگرم ہو کہ ایک اور دوسرے کے درمیان ٹکراؤ کی نوبت نہ آئے۔ درخت کاربن لے لیتا ہے اور آکسیجن ہماری طرف لوٹاتا ہے، یہی چیز انسانی سطح پر اس اخلاقی اصول کی صورت میں مطلوب ہے کہ جو تمھارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو۔ پہاڑ اور تمام کھڑی ہوئی چیزیں اپنا سایہ زمین پر ڈال دیتی ہیں، یہی چیز انسانی زندگی میں اس طرح مطلوب ہے کہ ہر آدمی تواضع اختیار کرے۔ کوئی کسی کے اوپر فخر نہ کرے، کوئی دوسرے کے مقابلہ میں اپنے کو بڑا نہ سمجھے۔

جنت والے

جو لوگ خدا کی کتاب کی بنیاد پر کھڑے ہوں ان پر خدا کے خصوصی انعامات ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جنت کی بشارتیں دی جاتی ہیں۔ مگر یہ انعامات کسی نسل یا قوم سے تعلق کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ صرف کردار کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ بعد کے دور میں اس گروہ کے افراد اس فرق کو بھول جاتے ہیں۔ اب لوگ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ وہ خواہ عمل کریں یا نہ کریں خدا کے وعدے ان کے حق میں ضرور پورے ہوں گے۔ وہ ضرور خدا کی ابدی جنتوں میں داخل ہوں گے۔

آسمانی کتاب کی حامل قوم میں جب دین کی اصل روح زندہ ہو تو اس کے اندر حقیقت پسندی کا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ خدا کے عادلانہ قانون میں اندھیر نہیں ہے۔ وہاں کسی کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کیا ہے نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم۔

اس کے برعکس جب دین کی اصل روح مٹ جاتی ہے تو خوش خیالیاں جنم لیتی ہیں۔ لوگ حقیقی عمل کے بجائے فرضی امیدوں میں جینے لگتے ہیں۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ محض ایک خاص گروہ سے وابستہ ہونے کی بنا پر وہ جنتوں میں داخل کر دئے جائیں گے خواہ وہ عمل کریں یا نہ کریں۔

آخرت کی سرفرازیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جنھوں نے دنیا میں عدل خداوندی کی سطح پر زندگی گزاری ہو۔ جنھوں نے خدائی حقیقتوں سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کیا ہو۔ جو دوزخ کے سامنے آنے سے پہلے دوزخ سے بھاگے ہوں اور جنت کو دیکھنے سے پہلے جنت کی طرف دوڑ پڑے ہوں۔

جب آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی

خدا جب اپنے بندے کے کسی عمل کو قبول کرتا ہے تو اس وقت حیرت انگیز طور پر کچھ ملکوتی قسم کی کیفیات آدمی کے اوپر گزرتی ہیں۔ یہ اس جنت کا تعارف ہے جس کا وعدہ سچے بندوں سے کیا گیا ہے۔ یہ باغ بہشت کی خوشبو ہے جس کو اہل ایمان دنیا کے اندر پاتے ہیں۔ یہ کیفیات اگرچہ تڑپ کی صورت میں ہوتی ہیں مگر وہ تمام لذتوں سے زیادہ لذیذ ہیں۔

جب آدمی کو ایسا صدقہ کرنے کی توفیق ملتی ہے جبکہ وہ انسان کو دے کر خدا سے پا رہا ہو۔ جب اس کو ایسی تلاوت نصیب ہوتی ہے جب کہ خدا کے کلام کا تاثر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں بہہ پڑے۔ جب اس پر ایسے دردانگیز لمحات گزرتے ہیں جس میں وہ قربت خداوندی کا تجربہ کرتا ہے۔ جب وہ بے قرار دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اپنے رب کو ایسے الفاظ میں پکارنے لگتا ہے جو خود اس کے رب کی طرف سے اس کے قلب پر اتارے گئے ہوں تو یہ سب اللہ کا رزق ہوتا ہے جو اس کو روحانی ذریعوں سے پہنچتا ہے۔ وہ ان جنتی پھلوں میں سے ایک پھل کا مزہ چکھتا ہے جو خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے چھپا رکھے ہیں۔ آج یہ پھل ایمانی کیفیات کی صورت میں ملتے ہیں اور کل وہ جنت کے ابدی انعامات کی صورت میں اس کے حوالے کئے جائیں گے۔

دنیا میں اگر آپ خدا سے قریب نہیں ہوئے تو آخرت میں آپ کو خدا کی قربت کس طرح مل سکتی ہے۔ جس کی عبادت دنیا میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بنی اس کو آخرت کی وہ نعمتیں کس طرح ملیں گی جن کو پا کر ہمیشہ کے لئے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

جنت کا پھول

مومن جنت کا پھول ہے ۔ اس کی خوشبو دنیا کی زندگی میں ربّانی اخلاقیات کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور آخرت میں وہ مادی نعمتوں کی صورت میں ڈھل جائے گی ۔ جس کا دوسرا نام جنت ہے ۔

مومن وہ ہے جس کا لگاؤ آخرت کے معاملہ میں اتنا بڑھے کہ دنیا کی چیزوں کے بارہ میں وہ بے نفس ہو جائے ۔ دوسروں کی طرف سے جب اس کے دل پر چوٹ لگے تو وہ اس کو برداشت کرے ۔ اس کو اپنی کمیوں کا اتنا زیادہ احساس ہو کہ دوسروں کی طرف سے کی جانے والی تنقید کو وہ برا نہ مانے ۔ دوسرے اس کو بے عزت کریں تو خدا کی خاطر وہ اس کو نظرانداز کر دے ۔ اس کا دل خدا کے سمندر میں نہا کر اتنا صاف ہو جائے کہ وہ دوسروں کی زیادتیوں پر ان کو معاف کر سکے اور ان کی تلخ باتوں کو بھلا دیا کرے ۔ حتّٰی کہ اس کے دل کا یہ حال ہو جائے کہ تکلیف پہنچانے والوں کے لئے اس کی زبان سے دعائیں نکلنے لگیں ۔

یہی وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت میں جنت کی دنیا کے شہری بنائے جائیں گے ۔ جنت کی دنیا پھولوں جیسی لطیف دنیا ہے ، صرف لطیف روحیں ایسی دنیا میں جگہ پا سکتی ہیں ۔ جو لوگ اپنے آپ کو منفی جذبات اور ردعمل کی نفسیات سے اوپر نہ اٹھا سکیں وہ گویا کانٹوں کی سطح پر جی رہے ہیں ۔ ایسے لوگ پھولوں کے پڑوسی کس طرح بن سکتے ہیں ۔

لوگ جنت سے کتنا دور ہیں پھر بھی وہ اپنے کو جنت سے کتنا قریب سمجھتے ہیں ۔

ربّانی اوصاف

جنت ایک مثالی دنیا ہے جو مخصوص خدائی اہتمام کے تحت بنائی جائے گی۔ موجودہ دنیا دکھ اور محنت کی دنیا ہے اور موت کے بعد آنے والی دنیا خوشیوں اور لذتوں کی دنیا۔ موجودہ دنیا میں وہ انسان چنے جارہے ہیں جو آنے والی ابدی دنیا میں بسائے جانے کے قابل ہوں۔

اگلی دنیا میں عزت و مسرت کے لازوال مکانات میں بسانے کے لئے وہ لوگ مطلوب ہیں جو اخلاق خداوندی کو اپنا اخلاق بنائیں۔ اخلاق خداوندی کیا ہے، اس کے نمونے آج کی دنیا میں انسان کے چاروں طرف پھیلا دئے گئے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دل و دماغ میں پہاڑوں کی بلندیاں اور سمندروں کی وسعتیں لئے ہوئے ہوں۔ جو ہواؤں کی مانند لوگوں سے ٹکرائے بغیر ان کے بیچ سے گزر جانے والے ہوں۔ جو ستاروں اور سیاروں کی طرح خاموش سفر کرنا جانتے ہوں جو سورج کی طرح اپنوں اور غیروں کے اوپر یکساں چمکنے والے ہوں۔ جو پھول کی طرح شہرت اور عزت سے بے نیاز ہو کر کھلنا جانتے ہوں۔ جو دریا کی مانند حسد اور نفرت سے خالی ہو کر زمین کے سینہ پر بہہ رہے ہوں۔ جو درخت کی طرح ساری کائنات کو اپنے لئے ربانی غذا کا دسترخوان بنا چکے ہوں۔ جو زمین پر پڑے ہوئے سایہ کی طرح کبر و غرور سے خالی ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے آگے ڈال دینے والے ہوں۔

جو لوگ آج کی دنیا میں ان ربانی خصوصیات کے حامل بنیں وہی وہ لوگ ہیں جو آنے والی جنتی دنیا کے مالک ہوں گے۔

خدا کے لئے جھکنے والے

خدا کو اپنی جنت میں بسانے کے لئے وہ حقیقت پسند انسان مطلوب ہے جو خدا کو نہ دیکھتے ہوئے بھی دنیا میں اس طرح رہے جیسے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ خدا کی بڑائی اور اس کے کمالات، اس کے ذہن پر اس طرح چھاجائیں کہ وہ اس کو ہر وقت یاد آنے لگے۔ اس کا دل ہر وقت خدا کی باتوں سے سرشار رہے اور اس کی پوری زندگی خدا کے گرد گھومنے لگے۔

جنت کی حسین دنیا میں رہنے کا اہل صرف وہ ہے جو خدا کو اس طرح اپنا معبود بنالے کہ وہی اس کی زندگی بن جائے۔ جو اپنے شعور کو اس حد تک ترقی دے کہ اپنے آپ کو اپنے سے الگ ہوکر دیکھنے لگے۔ جو خود مختار ہوکر بھی پابند زندگی گزارے۔ جو آزاد ہوکر بھی اپنی آزادی کو مقرر دائرہ میں استعمال کرے۔

یہ بلند نظری اور حقیقت پسندی کا وہ مقام ہے جہاں آدمی نفسیاتی پردوں سے باہر آکر سوچتا ہے۔ جہاں وہ اپنے آپ کو ذاتی نگاہ سے نہیں بلکہ حقیقتِ واقعہ کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے۔ جہاں وہ مجبور نہ ہوتے ہوئے بھی ہمہ تن اپنے آپ کو اپنے آقا کے آگے جھکا دیتا ہے۔ جہاں مخالف ترغیبات کے باوجود وہ اپنے آپ کو اللہ کی حدود پر قائم رکھتا ہے۔ جہاں ڈھٹائی کے مواقع ہوتے ہوئے بھی وہ سرتاپا اپنے کو حق کے آگے ڈال دیتا ہے۔ مالک کائنات کے ظہور کے بعد لوگوں کا جو حال ہوگا وہ حال اس کا اسی وقت ہوجاتا ہے جب کہ مالک کائنات ابھی غیب کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔

جنتی کردار

جنت کی لطیف دنیا میں بسنے کے قابل وہ لوگ ہیں جن کا یہ حال ہو کہ ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ مایوس نہ ہوں بلکہ صبر کا طریقہ اختیار کریں۔ کسی سے ان کو تکلیف پہنچے تو اس کے حق میں دعائیں دیں۔ کسی سے معاملہ پڑے تو انصاف کے مطابق اس کے حقوق ادا کریں۔ کوئی تنقید کرے تو اس کو برا مانے بغیر ٹھنڈے دل سے سن لیں۔ کسی سے شکایت ہو تب بھی اس کے بارے میں انصاف کا رویہ نہ چھوڑیں۔ جب بھی کسی سے معاملہ پڑے تو دوسرے شخص کو ان سے بہتر سلوک کا تجربہ ہو۔

مومن وہ ہے جو دنیا کی زندگی میں خدا کا ایسا پھول بن جائے جو اپنی کثافت کو بھی مہک کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ ایسی پاک زندگی گزارنے کی توفیق ان لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ کو اس طرح یاد کرنے لگیں جس طرح کوئی آدمی سانس لیتا ہے۔ وہ اللہ کو اس طرح پالیں کہ وہ ان کی روح کے اندر تیر جائے، وہ ان کی دل کی دھڑکنوں میں شامل ہو جائے، وہ اللہ کے خوف و محبت میں نہا اٹھیں۔

جہاں لوگوں میں سرکشی بھڑکتی ہے، مومن تواضع سے جھک جاتا ہے۔ جب نفرت امنڈتی ہے وہ محبت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ جب بدخواہی کا موقع ہو تو وہ خیر خواہی کا ثبوت دیتا ہے۔ جہاں حقوق دبائے جاتے ہیں وہ انصاف کے ساتھ حقوق لوٹاتا ہے۔ جب اعتراف کرنے میں وقار گرتا ہے تو وہ سچائی کا اعتراف کر لیتا ہے۔ جب جوابی کارروائی کا ذہن ابھرتا ہے تو اس وقت بھی وہ وہی کرتا ہے جو انصاف کے مطابق ہو۔

داعی خدا کا نمائندہ

خدا کا داعی خدا کے سمندر میں نہاتا ہے۔ وہ خدا سے الفاظ پاکر بولتا ہے۔ اس طرح اس کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ وہ خدا کی دنیا میں خدا کے گیت گائے۔ وہ فطرت کے ساز پر خدا کے ابدی نغمے چھیڑے۔ مگر انسان اتنا غافل ہے کہ پھر بھی وہ اس سے کوئی اثر نہیں لیتا۔ پھر بھی وہ اپنے بند سینہ کو نہیں کھولتا۔

خدا کی طرف سے ایک پکارنے والے کا وجود میں آنا کسی مشین پر بجنے والے ریکارڈ کا وجود میں آنا نہیں ہے۔ یہ روح انسانی میں ایک ایسے انقلاب کا برپا ہونا ہے جس کی شدت جوالا مکھی پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے۔ داعی کا بولنا اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر لانا ہوتا ہے۔ اس کا لکھنا اپنے خون کو سیاہی بنانے کے بعد وجود میں آتا ہے۔ اس کے نغمے محض نغمے نہیں ہوتے بلکہ روح انسانی میں ایک لطیف ترین خدائی بھونچال کی آواز ہوتے ہیں۔

مگر اس دنیا کا یہ سب سے زیادہ عجیب واقعہ ہے کہ ایسے ربانی کلمات بھی انسان کو نہیں پگھلاتے۔ داعی اپنے پورے وجود کے ساتھ نذیر عریاں بن جاتا ہے اس کے باوجود آدمی اندھا بہرا بنا رہتا ہے۔ انسان کے سامنے جنت کی کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں مگر وہ وجد میں نہیں آتا۔ اس کو بھڑکتے ہوئے جہنم کا نقشہ دکھایا جاتا ہے پھر بھی اس پر گریہ طاری نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے خدا خود آکر کھڑا ہو جاتا ہے اس کے باوجود وہ سجدہ میں نہیں گرتا۔

انسان سے زیادہ نازک مخلوق خدا نے کوئی نہیں بنائی مگر انسان سے زیادہ بے حسی کا ثبوت بھی اس دنیا میں کوئی نہیں دیتا۔

REGD. NO. D. (DN) 532

ISSUE NO. 67
JUNE 1982

AL-RISALA MONTHLY

JAMIAT BUILDING QASIMJAN STREET DELHI-110006 (INDIA) PHONE 232231

عصری اسلوب میں اسلامی لٹریچر

مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

۱۔ الاسلام	۱۵—۰
۲۔ مذہب اور جدید چیلنج	۱۵—۰
۳۔ ظہورِ اسلام	۱۵—۰
۴۔ دین کیا ہے؟	۲—۰
۵۔ قرآن کا مطلوب انسان	۵—۰
۶۔ تجدید دین	۳—۰
۷۔ اسلام دینِ فطرت	۳—۰
۸۔ تعمیرِ ملت	۳—۰
۹۔ تاریخ کا سبق	۳—۰
۱۰۔ مذہب اور سائنس	۵—۰
۱۱۔ عقلیاتِ اسلام	۳—۰
۱۲۔ فسادات کا مسئلہ	۲—۰
۱۳۔ انسان اپنے آپ کو پہچان	۱—۰
۱۴۔ تعارفِ اسلام	۲—۵۰
۱۵۔ اسلام پندرھویں صدی میں	۲—۰
۱۶۔ راہیں بند نہیں	۳—۰
۱۷۔ دینی تعلیم	۳—۰
۱۸۔ ایمانی طاقت	۳—۰
۱۹۔ اتحادِ ملت	۳—۰
۲۰۔ سبق آموز واقعات	زیر طبع
۲۱۔ اسلامی تاریخ سے	"
۲۲۔ قال اللہ	"
۲۳۔ اسلامی دعوت	۳—۰
۲۴۔ زلزلۂ قیامت	۴—۰
۲۵۔ سچا راستہ	۱—۰

مکتبہ الرسالہ ۔ دہلی ۶